ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

3 تا 9 جنوری 2002ء

☆ کہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں!! (اداریہ)

☆ امن چاہتے ہو تو جنگ کے لیے تیار رہو! (تجزیہ)

☆ بھارتی جارحیت یا احکام حق سے بے وفائی کی سزا (مکتوب شکاگو)

جنابِ پرویز مشرف

بھارت کے حالیہ جارحانہ انداز کے پیش نظر ہمیں جہاں افواجِ پاکستان کی شجاعت اور صبر و استقامت اور پاکستان کے عوام میں کامل اتحاد و یکجہتی کی بھی شدید ضرورت ہے‘

وہاں اصل ضرورت اللہ تعالیٰ کی مدد کی ہے

جس کے لئے لازم ہے کہ:

① دستور پاکستان کی اسلامی دفعات کو غیر موثر کرنے والے چور دروازوں کو فوری طور پر بند کر دیا جائے —— تاکہ نفاذ شریعت کا عمل ہموار اور پرامن طریقے پر تدریج کے ساتھ شروع ہو جائے —— اور ہم سورۂ مائدہ کے رکوع نمبر ۷ میں وارد شدہ وعیدوں کی رو سے

کافر‘ ظالم اور فاسق قرار پانے کی صورت سے نجات پا جائیں!

اس ضمن میں مفصل دستوری ترمیم آپ کو فیکس اور ڈاک کے ذریعے ارسال کر دی جائے گی۔

② سود جیسے گناہ عظیم کے خاتمے کے ضمن میں اب تک جو سفارشات پیش ہوئی ہیں ان میں سے اس کمیٹی کی سفارشات کو جو سابق حکومت کے زمانے میں راجہ ظفر الحق صاحب کی سربراہی میں قائم کی گئی تھی فوری طور پر نافذ کر دیا جائے جس میں کوئی ضروری کمی بیشی بعد میں ہو سکتی ہے اس طرح امید ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کی جانب سے جنگ کے اُلٹی میٹم کے مخاطب ہونے سے بچ جائیں گے!

قرآن حکیم کی سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۰ میں وارد شدہ الفاظ ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ:

”اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا‘ اور اگر وہ ہی تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو تمہاری مدد کر سکے!“

خادم قرآن واسلام **ڈاکٹر اسرار احمد** امیر تنظیم اسلامی

(یہ تحریر اشتہار کی صورت میں ۲؍جنوری ۲۰۰۲ء کے روزنامہ جنگ اور روزنامہ نوائے وقت میں شائع کروائی گئی)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿ وَمِنۡهُمۡ اُمِّيُّوۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِىَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ ۝ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِيَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ فَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا كَتَبَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ وَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا يَكۡسِبُوۡنَ ۝ وَقَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدَةً ؕ قُلۡ اَتَّخَذۡتُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ عَهۡدًا فَلَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ عَهۡدَهٗۤ اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝﴾ (آیات : ۷۸ تا ۸۰)

''اور ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو ان پڑھ ہیں' وہ نہیں علم رکھتے کتاب کا سوائے کچھ خوشنما تمناؤں کے اور یہ (محض) ان کا گمان ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ پس ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں' پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت وصول کریں' تو ان کے لئے ہلاکت ہے اس (چیز) کی وجہ سے جو انہوں نے ہاتھ سے لکھی اور ہلاکت ہے اس (چیز) کی وجہ سے جو انہوں نے کمائی۔ اور وہ کہتے ہیں: ہمیں آگ ہرگز نہیں چھو سکتی سوائے گنتی کے چند دن۔ (اے نبی! ان سے) کہہ دیجئے کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے لیا ہے کہ اب اللہ اپنے اس عہد کی خلاف ورزی نہیں کرے گا! یا تم اللہ کی طرف سے وہ بات کہہ رہے ہو جس کا تم علم نہیں رکھتے۔''

بنی اسرائیل میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو تورات کی حقیقی تعلیمات سے واقف نہیں تھے۔ احکامِ الٰہی سے قطعی طور پر لاعلم ہونے کے باعث انہوں نے راہِ ہدایت اور اخروی نجات کا تعین اپنے من چاہے خیالات کے حوالے سے کر رکھا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا گیا کہ یہ سب کچھ درحقیقت ان کے دل خوش کن خیالات ہیں اور واقعتاً وہ ایک ظن میں مبتلا ہیں۔ اس آیت مبارکہ کا مخاطب اگرچہ یہود ہیں تاہم اس میں ہمارے لئے بھی ایک سبق موجود ہے۔ آج عام مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے کہ کسی کو کچھ پتہ نہیں کہ قرآن مجید میں کیا لکھا ہے اور اس کے نزول کا مقصد کیا ہے۔ عوام الناس انہی باتوں کو دین سمجھ بیٹھتے ہیں جو وہ ان واعظین اور ائمہ مساجد کی زبان سے سنتے ہیں جن کی اکثریت دنیا پرستی میں مبتلا ہے۔

یہودیوں کے بعض دنیادار عالموں سے جب کسی مسئلے پر فتویٰ طلب کیا جاتا تھا تو وہ شریعت کے مطابق فیصلہ دینے کے بجائے سائل کی دُنیاوی حیثیت کو مدنظر رکھ کر اس کی مرضی کا فتویٰ جاری کر دیتے اور کہتے کہ اس معاملے میں اللہ کی طرف سے یہی حکم دیا گیا ہے۔ ایسا کرتے وقت ان کے پیش نظر بھاری نذرانے کا حصول ہوتا تھا۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ یہ معاوضہ مادّی حوالے سے چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو دین کی قدر و قیمت کے مقابلے میں نہایت حقیر ہے۔ ان کا غلط فتویٰ لکھنا اور پھر اس کو مہنگے داموں بیچنا ہی ان کے لئے تباہی و بربادی کا باعث بنے گا۔

یہودیوں کو اللہ تعالیٰ کے چہیتے ہونے کا زعم اس قدر تھا کہ ہم جو چاہیں کرتے پھریں' آخر ہماری نجات ہو ہی جانی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے ناطے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ جہنم کی آگ اوّل تو ہمارے لئے بنی ہی نہیں ہے لیکن اگر ہمیں اس میں ڈالا بھی گیا تو ایک محدود سی مدت کے بعد فوراً نکال لیا جائے گا۔ اس ضمن میں زیر درس تیسری آیت واضح طور پر یہودیوں کے اس عقیدے کا ابطال کرتی ہے کہ یہ سب ان کے من گھڑت خیالات ہیں' جن کی کوئی سند تورات میں موجود نہیں ہے۔ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے کئے گئے غلط اور ناجائز اعمال کی سزا سے بچنے کے لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جانب جو باتیں منسوب کی ہیں' ان کی کوئی علمی بنیاد نہیں ہے!

☆ ☆ ☆

فرمانِ نبوی — چوہدری رحمت اللہ بٹر

یہودیوں کا ایک غلط تصور اور اس کی تردید

عَنۡ اَبِیۡ هُرَيۡرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ سَاَلَ الۡيَهُوۡدَ فِیۡ خَيۡبَرَ: مَنۡ اَهۡلِ النَّارِ؟ فَقَالُوۡا نَكُوۡنُ فِيۡهَا يَسِيۡرًا ثُمَّ تَخۡلُفُوۡنَا فِيۡهَا فَقَالَ لَهُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اِخۡسَئُوۡا وَاللّٰهِ لَا نَخۡلُفُكُمۡ فِيۡهَا اَبَدًا [رواہ احمد والبخاری والدارمی والنسائی فی هذه الایة "وَقَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدَةً"]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے خیبر کی جنگ کے موقع پر یہود سے پوچھا کہ جہنم والے کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہم اس میں تھوڑا عرصہ رہیں گے پھر تم ہمارے بعد داخل ہو گے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم پر پھٹکار ہو' اللہ کی قسم ہم تمہارے بعد کبھی نہیں آئیں گے (یعنی تم ہمیشہ جہنم ہی میں رہو گے)۔

اسی قسم کی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ایک حدیث میں آئی ہے کہ یہود کہتے تھے کہ دنیا کی مدت سات ہزار سال ہے اور ہمیں ہر ہزار سال کے بدلے صرف ایک دن عذاب ہوگا اس لئے وہ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدَةً یعنی گنتی کے ایام تک محدود ہوگا اور اس کے بعد ہم سے عذاب ختم کر دیا جائے گا۔ یہی دھوکہ ہو جاتا ہے اُمتیوں کو کہ وہ اللہ کے چہیتے ہیں اور جنت ان کا پیدائشی حق ہے۔ چنانچہ اوّل تو وہ جہنم میں داخل ہی نہ ہوں گے اور اگر بداعمالیوں کے سبب داخل کئے بھی گئے تو چند دن کے بعد نکال لئے جائیں گے حالانکہ ان کا طرزِ حیات نہ ماننے والوں سے بھی بدتر ہوتا ہے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ　　لاہور

ندائے خلافت

جلد 11　شمارہ 1

3 تا 9 جنوری 2002ء

(۱۸ تا ۲۴ شوال ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم

مدیر : حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خراسانی

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

E-Mail:anjuman@tanzeem.org

Website:www.tanzeem.org

قیمت : 5 روپے

سالانہ زرتعاون :

اندرونِ ملک...... 250 روپے

بیرونِ پاکستان:

☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ
............1500 روپے

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ
............2200 روپے

اداریہ　　　　بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ عاکف سعید

کہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں!

سن عیسوی کے اعتبار سے نئے سال کا سورج طلوع ہو چکا ہے۔ لیکن اس کرۂ ارض پر کہ جس میں انسان کو خلیفۃ اللہ کا مقام عطا کیا گیا تھا' تا حال اسلام کی سحر طلوع نہ ہو سکی' بلکہ ۲۰۰۱ء کا سورج عالم اسلام کو وحشت و بربریت اور مغربی استعمار کی سازشوں کا نشانہ بنتے اور سرزمین افغانستان کے وفاداروں کے پاک خون کو' ہو گیا مانند آب ارزاں مسلماں کا لہو' کا مصداق بنتے اور اسلام کے روشن مستقبل کے حوالے سے امارت اسلامی افغانستان سے وابستہ خوش کن تمناؤں کا خون ہوتے دیکھتا اور مسلمان حکمرانوں کی نامسلمانی پر حسرت و یاس کی نگاہ ڈالتا ہوا غروب ہوا۔

یہ داغ داغ اجالا' یہ شب گزیدہ سحر
کہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں!

سرزمین افغانستان میں طالبان کی مجاہدانہ مساعی اور قربانیوں کے نتیجے میں نفاذ شریعت اسلامی کا پودا جڑ پکڑ چکا تھا۔ نفاذ شریعت کے اثرات اور برکات کا ظہور اگرچہ ابھی پورے طور پر نہیں ہوا تھا' معاشی خوشحالی اور نعمتوں کی فراوانی کا وہ فرحت بخش منظر اگرچہ ابھی تک سامنے نہیں آ سکا تھا کہ جس کی نوید نفاذ شریعت کے لازمی نتیجے کے طور پر قرآن حکیم میں سنائی گئی ہے' تاہم شریعت کے نفاذ اور نظام خلافت کے قیام کا ایک بہت بڑا ثمرہ ''قیام امن'' کی صورت میں چشم عالم کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ طالبان نے نفاذ شریعت کی برکت اور اللہ کی خصوصی تائید و نصرت سے اس خطے میں مثالی امن و امان قائم کرنے کا بے مثال اعزاز حاصل کیا جو قبل ازیں بیس پچیس برسوں سے بحرانوں کی آماجگاہ اور بدنظمی و خونریزی کا نشان بنا ہوا تھا۔ طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد ''دیوانہ اٹھ گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری'' کے مصداق افغانستان کے ریگزاروں' بیابانوں اور سنگلاخ سرزمین میں افراتفری اور کشت و خون کا جو بازار گرم ہے اسے تمام عالمی طاقتیں اپنی تمام تر حسن تدبیر کے باوجود بھی ٹھنڈا کرنے اور کنٹرول کرنے سے قاصر ہیں۔

طالبان حکومت کا وقتی طور پر خاتمہ نہ افغانوں کے حق میں کسی خیر کا موجب بن سکتا ہے' نہ پاکستان کے لئے اسے ہرگز نیک شگون قرار دیا جا سکتا ہے۔ وہاں بھی جوتیوں میں دال بٹنے کا عمل شروع ہو چکا ہے اور یہاں بھی اس کے نحس اثرات جہاد کشمیر کے خاتمے اور آزاد کشمیر سے محرومی کے شدید اندیشے کی صورت میں سامنے آ چکے ہیں۔ افغانستان پر امریکہ کی نا روا جارحیت کے ضمن میں سرکاری سطح پر ہماری ''حکیمانہ پالیسی'' رنگ لا رہی ہے۔ ''جہل خرد'' نے ہمیں یہ دن دکھائے ہیں کہ ہماری پوری مشرقی سرحد پر دشمن جدید اور بھاری اسلحے کے ساتھ براجمان ہے تو مغربی سرحد بھی انتہائی غیر محفوظ ہے۔ ہماری دانست میں طالبان حکومت کا خاتمہ اللہ کی طرف سے طالبان کو کسی جرم کی سزا دینے کا موجب نہیں' بلکہ انہیں ان کی بعض غلطیوں اور خامیوں پر اسی طرح متنبہ کرنے کا ذریعہ ہے جس طرح غزوۂ احد میں عارضی طور پر صحابہ کرام کو بعض مسلمانوں کی جانب سے ڈسپلن کی خلاف ورزی پر شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اللہ کے فضل و کرم سے طالبان قیادت جن باہمت اور غیور افراد پر مشتمل تھی' ان کی عظیم اکثریت اور طالبان افواج کا بہت بڑا حصہ مسلسل تین ماہ شدید امریکی بمباری کے باوجود محفوظ ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو وہ جلد یا بدیر' ایک بار پھر سرزمین افغانستان میں توحید کی شمع کو روشن اور اللہ کے کلمہ کو سربلند کریں گے...... تاہم طالبان حکومت کا خاتمہ ہماری دانست میں اُن افغانیوں کے لئے اللہ کی جانب سے ایک سزا اور عبرت کے ایک تازیانے کا مظہر ہے جنہوں نے سرزمین افغانستان میں نفاذ شریعت کی برکات اور خوش کن اثرات کا مشاہدہ اپنے سر کی آنکھوں سے کیا اور طالبان قیادت کے دین و شریعت کے ساتھ خلوص و اخلاص کا تجربہ بھی گزشتہ پانچ برسوں کے دوران انہیں بار ہا ہوا لیکن اس سب کے باوجود انہوں نے اس مخلص اسلامی قیادت اور دین و شریعت کی پاسبان حکومت کو اپنی لسانی اور علاقائی عصبیتوں کی بھینٹ چڑھا دیا اور اس گھناؤنے جرم کے ارتکاب میں' کلمہ گو ہونے کے باوجود انہوں نے اللہ کے باغیوں اور وقت کے فرعونوں کا آلہ کار بن کر اپنی ایمان فروشی اور دنیا پرستی کا بدترین ثبوت فراہم کیا۔ انہیں اب دین و شریعت کے ساتھ اس غداری اور اپنے مجرمانہ ناشکرے پن کی سزا بھگتنا ہو گی۔ بنی اسرائیل کی کم ہمتی' بدعہدی اور بزدلی کی سزا کے طور پر اللہ نے ارض مقدس کو چالیس سالوں کے لئے ان پر حرام کر دیا تھا۔ ناشکرے افغانوں کی دین

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

قرآن وحدیث دونوں میں محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی

قرآن ''وحی جلی'' ہے جو لفظاً محفوظ ہے جبکہ حدیث ''وحی خفی'' ہے جس کا مفہوم محفوظ ہے

''قیامت سے قبل کُل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہوگا'' یہ محکم ہے' لیکن کب؟ یہ امر متشابہات میں سے ہے

وقتی طور پر ایک اسلامی حکومت کے خاتمہ پر افسوس اور رنج اپنی جگہ' لیکن ہمیں اپنا کام کرتے رہنا ہے

یہ امر بھی محکم ہے کہ غلبہ دین کا کام انفرادی طور پر نہیں ہوسکتا اس کے لئے جماعت کا التزام ضروری ہے

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد کے ۲۸ دسمبر ۲۰۰۱ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

افغانستان میں طالبان کی شکست سے فطری طور پر ان لوگوں کو مایوسی ہوئی ہے جن کا دین سے کچھ بھی تعلق ہے۔ ہمیں چونکہ توقع تھی کہ شاید کُل روئے ارضی پر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے نام کا آغاز افغانستان میں طالبان کے ذریعے سے ہوگا کہ جس کی خبریں حضور ﷺ نے دی ہیں' اسی لئے مایوسی زیادہ ہوئی۔ مایوسی اگر بڑھ جائے تو بسا اوقات انسان اپنی فکر کی محکم اساسات کے بارے میں تذبذب کا شکار ہوجاتا ہے۔ اس وقت تو کیفیت گویا یوں ہو جاتی ہے کہ۔

سنبھلنے دے مجھے اے نا امیدی کیا قیامت ہے
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

اس کیفیت میں اس بات کا اندیشہ موجود ہے کہ عالمی غلبہ دین کے بارے میں قرآن و حدیث میں استدلال کا جو صغریٰ کبریٰ وارد ہوا ہے اس کے بارے میں بھی کچھ لوگوں کے ذہن میں کوئی اشتباہ پیدا ہوجائے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس صغریٰ کبریٰ کا از سر نو جائزہ لیا جائے۔ البتہ اس ضمن میں پہلے دو اصولی باتیں سمجھ لیجئے۔ پہلی یہ کہ قرآن حکیم میں آیاتِ محکمات بھی ہیں اور آیات متشابہات بھی۔ محکمات وہ ہیں جن کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ جن کے مفہوم کے تعین میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ متشابہات وہ ہیں کہ جن کے مفہوم کو پوری طرح معین کرنا مشکل ہے۔ مثال کے طور پر عالم آخرت اور برزخ کے جو حالات و واقعات پیش آنے ہیں سب کے سب متشابہات میں سے ہیں۔ ان کی صحیح صحیح تعبیر کرنا ہمارے لئے زمان و مکان کی حدود میں رہتے ہوئے بہت مشکل ہے۔ وہ ہمارے لئے غیر مرئی عالم ہے' ہمارے مشاہدے سے باہر ہے' اس کے باوجود ہمیں کچھ حقائق کی خبر اشارات کی صورت میں اس لئے دی گئی ہے تاکہ ہم اس عالم سے کچھ نہ کچھ ضرور واقف ہوجائیں۔ دراصل ہماری زبان اپنی تنگ دامانی کے باعث ان حقائق کے اظہار سے قاصر ہے۔ اسی طرح تخلیق کائنات کے بارے میں بعض اُمور مثلاً سات آسمانوں سے کیا مراد ہے؟ چھ دنوں میں کائنات کی جو تخلیق ہوئی ہے اس سے کیا مراد ہے؟ یہ چیزیں وہ ہیں کہ جس کا بہت سا حصہ متشابہات میں شامل ہے۔ اگرچہ کائنات کے بہت سے حقائق جن کا شمار پہلے متشابہات میں ہوتا تھا اب کلی یا جزوی طور پر محکمات کے دائرے میں آگئے ہیں۔ جیسے جیسے ہمارا سائنسی علم بڑھ رہا ہے' حقائق سامنے آرہے ہیں' بہت سی چیزیں متشابہات کے دائرے سے باہر آکر محکمات کے دائرے میں آرہی ہیں۔ لیکن ان کا کافی حصہ ابھی تک متشابہات میں شامل ہے۔ بہرحال یہ آیات محکمات و متشابہات دونوں ہماری ہدایت کے لئے لازمی ہیں۔ محکمات تو ہماری عملی ہدایت کے لئے لازمی ہیں' اور متشابہات ہمارے ایمان ویقین کے اعتبار سے ضروری ہیں کہ کائنات اور اس کی حقیقت کے بارے میں ہمارے جو نظریات ہونے چاہئیں انہیں متشابہات کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عنایت فرمادیا۔ سورۂ آل عمران کے پہلے رکوع میں آیات کی اس تقسیم کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:

''وہی ہے اللہ کہ جس نے آپؐ پر یہ کتاب نازل کی ہے۔ اس میں کچھ آیات محکم (بالکل پختہ) ہیں۔ کتاب کی اصل جڑ بنیاد یہی آیات ہیں۔'' اس لئے کہ ھدی للناس ہونے کے ناطے انسانوں کی ہدایت کے لئے جو چیزیں ضروری ہیں وہ سب کی سب محکمات کی صورت میں میں دے دی گئی ہیں۔ مثلاً قرآن میں حکم آگیا کہ نماز پڑھو' اور حدیث نے بتادیا کہ اس کا طریقہ یہ ہوگا' اسی طرح رمضان کے روزے رکھو' بیت اللہ کا حج کرو' سور اور مردار مت کھاؤ' یہ حرام ہیں' ان تمام امور میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں' اسی طرح غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جانے والا جانور حرام ہے' اس میں بھی کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ شریعت کے جو اصل مسلمات ہیں وہ سب احکامات سے متعلق ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں۔ لیکن فرمایا کہ ''اس کے علاوہ کچھ اور بھی آیات ہیں جو متشابہات ہیں۔'' کہ جن کے مفہوم کے بارے میں تشابہ ہوسکتا ہے یعنی حتمی طور پر اس کا مفہوم متعین کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ''وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ فتنہ انگیزی کی خاطر قرآن حکیم کی انہی متشابہ آیات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور انہیں حسب منشا معنی پہنانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔'' یعنی وہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ اپنی سوچ کے مطابق ان کا مفہوم معین کرلیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے جو نیا راستہ اختیار کیا تھا اس نے سب سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں جو آیات ہیں ان میں ایک خاص لفظ کے حوالے سے کہ جس کے ایک سے زائد معنی کئے جاسکتے ہیں' شکوک وشبہات پیدا کئے کہ وہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ وہ فوت ہوگئے تھے اور جس مسیح کے آنے کی خبر حدیث میں دی گئی ہے وہ مثیلِ مسیح ہے اور وہ میں ہوں۔ گویا کہ ایسی متشابہات کہ جن کی دین کے اندر کوئی اہمیت نہیں تھی ان کو تختۂ مشق بنایا۔ دراصل جس دور میں یہ فتنہ اٹھا وہ نیوٹن کی سائنس کا دور تھا۔ اس میں یہ چیزیں ناقابل قبول تھیں کہ ایک زندہ آدمی کیسے آسمانوں پر اٹھایا جاسکتا ہے۔ لہٰذا جھٹ پٹ لوگوں نے غلام احمد قادیانی کی تاویل کو درست مان لیا کہ یہ آدمی صحیح کہہ رہا ہے۔ لہٰذا اس سے فتنہ پیدا ہوا۔ آگے فرمایا: ''اور جو اپنے علم میں پختہ ہیں' وہ کہتے ہیں کہ ہم ان سب پر ایمان لائے' یہ سب (محکمات و متشابہات) ہمارے رب کی طرف سے ہیں' اصل میں عقل مند لوگ وہی ہیں جو نصیحت اخذ کرتے ہیں۔'' عقل مندی

کا ایک بڑا مظہر یہ ہے کہ انسان اپنی عقل کی حدوں کو جان لے۔ آپ اگر یہ نہ جان سکیں کہ آپ کی عقل کی حد کیا ہے تو ہوسکتا ہے کہ آپ اپنا بیڑہ غرق کروالیں' لہٰذا اپنی عقل کی حدوں کا صحیح تعین ہونا ہی عقل مندی ہے۔

اگلی آیت میں فرمایا: "(ایسے لوگ دعا کرتے ہیں) اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو کج نہ کیجیو اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت سے نواز دیا ہے اور ہمیں اپنے خاص فضل سے اپنی ہر رحمت عطا فرمانا۔ یقیناً تو ہی ہے سب کچھ عطا کرنے والا۔ اے رب ہمارے' تو لازماً جمع کرے گا سب لوگوں کو اس دن کہ جس کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے۔ یقیناً اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔"

اس ضمن میں پہلی بات نوٹ کیجئے کہ جیسے قرآن مجید میں محکمات ومتشابہات ہیں ایسے ہی حدیث کے اندر بھی ہیں۔ حدیث کو کہا گیا ہے کہ یہ وحی غیر متلو یا وحی خفی ہے۔ یہ بھی مِن جانب اللہ ہے۔ ایک وحی تو وہ ہے جو لفظاً آنحضور ﷺ پر اتری ہے۔ یہ وحی قرآن کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ ایک وحی وہ ہے جس کا مفہوم آنحضور ﷺ نے اپنی زبان میں ادا کر دیا' اسے حدیث کہتے ہیں حضور ﷺ کے فرامین' معاملات یا حضور ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا گیا اور آپؐ نے اسے روکا نہیں یہ سب حدیث میں شامل ہیں۔ یہ وحی خفی ہے' کیونکہ آپ کا ہر عمل اللہ کی رہنمائی میں ہوتا ہے۔ بہر حال مختصر یہ کہ قرآن وحدیث میں محکم چیزیں بھی ہیں اور متشابہات بھی۔ کئی محکم باتیں بھی ایسی ہیں کہ ان کے بارے میں یہ بات پتہ نہیں چلتی کہ یہ کب واقع ہوں گی۔ مثلاً قرآن میں قیامت کا ذکر انتہائی قطعیت اور یقین کے ساتھ بتکرار آیا ہے کہ قیامت آئے گی' بعث بعد الموت ہوگا۔ لیکن قیامت کب آئے گی' اللہ کے سوا کسی معلوم نہیں۔ سورۃ یونس کی آیت ۴۶ میں ہے: "یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس چیز کی ہم ان کو دھمکی دے رہے ہیں وہ آپ کو بھی دکھا دیں' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کو ہم وفات دے دیں' بہر حال انہیں ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے"۔ قرآن میں بعض جگہ آیا ہے کہ "(اے نبی ﷺ) آپ جلدی نہ کیجئے"۔ صحابہ اور خود حضور ﷺ کے دل میں بھی آتا تھا کہ کب تک ان کفار کو چھوٹ ملی رہے گی۔ کب تک یہ بلال کو مارتے اور گلیوں کے اندر گھسیٹتے رہیں گے' کیا اللہ کی طرف سے پکڑ نہیں آئے گی۔ لہٰذا کہا گیا کہ (اے نبی ﷺ) جلدی نہ کیجئے' ہمارا ایک اپنا ٹائم ٹیبل ہے' ایک اجل مسمی ہے۔ اسی طرح کی ایک اور مثال بھی ہے۔ ہجرت کے چھٹے برس حضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا "میں نے خواب دیکھا کہ ہم عمرہ کر رہے ہیں"۔ صحابہؓ نے سوچا کہ نبی کا خواب وحی ہے' لہٰذا ۱۴۰۰ یا ۱۸۰۰ آدمی ساتھ ہوگئے لیکن وہاں جا کر صورتِ حال بدل گئی۔ قریش اڑ گئے کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔

ادھر حضور ﷺ نے بھی بیعت علی الموت لی کہ واپس نہیں ہٹیں گے سب جانیں دیں گے۔ اس کے بعد آپؐ صلح پر آمادہ ہوگئے تو صحابہ پر سخت رنج' افسوس اور غم کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی "اللہ نے اپنے نبی کو جو خواب دکھایا تھا وہ بالکل سچ تھا۔ اِن شاء اللہ تم لازماً داخل ہوگے مسجد حرام کے اندر' پورے امن کے ساتھ' تم پر کوئی خوف نہیں ہوگا"' لیکن عمرہ اس سال نہیں ہوا بلکہ اگلے سال ہوا۔ جب حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپؐ نے تو فرمایا تھا کہ عمرہ کریں گے لیکن اب ہمیں واپس جانا پڑ رہا ہے' تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال عمرہ کریں گے۔ اب یہ بھی محکمات اور متشابہات کی بات ہے کہ خواب اپنی جگہ محکم تھا لیکن عمرہ کس سال کریں گے اس میں یقینی بات کسی کو معلوم نہ تھی۔ اس اعتبار سے حدیث کے اندر بھی محکمات اور متشابہات ہیں۔

اسی طرح یہ بات سمجھ لیجئے کہ احادیث میں موجود یہ خبر محکم ہے کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہوگا اور نظام خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو کر رہے گا۔ یہ خبر یقینی طور پر محکمات میں سے ہے' متشابہات میں سے نہیں ہے۔ اس کا صغریٰ کبریٰ قرآن حکیم میں بھی موجود ہے۔ قرآن حکیم میں تین دفعہ یہ بات آئی ہے کہ حضور ﷺ کا مقصد بعثت غلبۂ دینِ حق ہے اور پانچ دفعہ یہ مضمون آیا ہے کہ آپ کو پورے بنی نوع انسان کے لئے بھیجا گیا۔ گویا جب تک پورے عالم انسانیت پر دین کا غلبہ نہ ہو جائے' آپ کا مقصد بعثت ہنوز شرمندہ تکمیل ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ دنیا ختم ہو جائے اور حضور ﷺ کا مقصد بعثت مکمل نہ ہو۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ روئے زمین پر نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر بچے گا اور نہ کوئی اونٹ کے بالوں کا بنا ہوا خیمہ کہ جس میں اللہ کلمۂ اسلام کو داخل نہ کر دے' یہ خبر بھی محکمات میں سے ہے۔ اسی طرح آپؐ نے فرمایا: "اللہ نے میرے لئے ساری زمین کو لپیٹ دیا ہے' میں نے اس کے سارے مشرق ومغرب دیکھ ڈالے' اور سن رکھو کہ میری امت کی حکومت ان تمام علاقوں پر قائم ہو کر رہے گی جو دنیا کو سکیڑ کر مجھے دکھا دیئے گئے ہیں"۔ اب اس میں اگر کسی کو کوئی شک ہے تو اس کا ایمان مشکوک ہو جائے گا۔

بہر حال دین حق کا عالمی غلبہ تو ہو کر رہے گا' البتہ اس کے ضمن میں کچھ متشابہ امور بھی ہیں مثلاً کب ہوگا' یہ کہاں' اور کتنے نشیب وفراز کے بعد ہوگا۔ بعض احادیث میں کچھ اشارے ملتے ہیں۔ عرب سے مشرق کی طرف کا اشارہ ہے کہ اس سرزمین سے اس کام کا آغاز ہوگا۔ بعض احادیث میں ہندوستان کی طرف بھی اشارہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اس طرف سے ٹھنڈی ہوا آئی ہے۔ خراسان کی طرف بھی اشارہ ہے کہ خراسان سے کالے جھنڈے لے کر فوجیں چلیں گی جو بیت المقدس کو دوبارہ حاصل کریں گی۔

احادیث میں ہے کہ عرب کے اندر ایک عظیم دینی رہنما مہدی کا ظہور ہوگا مگر ان کی حکومت قائم کرنے کے لئے فوجیں کسی مشرقی علاقے سے جائیں گی۔ یہ اشارات ہیں۔ لیکن اس کا کوئی معین ٹائم ٹیبل نہیں ہے۔ یقین کے ساتھ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ کب ہوگا۔ ہاں جب وہ صورتِ حال ہوگی تو سب کہیں گے جیسا فرمایا تھا ٹھیک ویسا ہی ہوا ہے۔ البتہ اس ضمن میں اپنے اپنے گمان ہو سکتے ہیں' جیسا کہ ان احادیث کے حوالے سے ایک میرا گمان ہے کہ اس کا نقطہ آغاز پاکستان اور افغانستان کی سرزمین بنے گی' یہاں سے فوجیں جائیں گی جو حضرت مہدی کی حکومت کو قائم کریں گی' مضبوط کریں گی۔ میرا یہ بھی گمان ہے کہ یہ پندرہویں صدی ہجری دنیا کی آخری صدی ہے۔ ایک میرا گمان ہے کہ کل روئے ارضی پر غلبہ اسلام کا یہ مرحلہ اب آئندہ پندرہ' بیس برسوں میں مکمل ہو جائے گا۔ چونکہ یہ میرا ذاتی گمان ہے لہٰذا اس میں مغالطے اور کمی بیشی کا امکان موجود ہے۔ دین حق کے عالمی غلبہ کے ساتھ ہی ایک دوسرا محکم یہ ہے کہ ہر بندۂ مؤمن کا یہ دینی فریضہ ہے کہ وہ اسلام کے غلبے کے لئے جدوجہد کرے' تن من دھن لگائے۔ یہ محکم امر ہے' اس لئے کہ قرآن مجید میں اللہ نے' سورۃ الصف میں یہ فرما کر کہ "وہی ہے اللہ جس نے اپنے رسول کو دے کر بھیجا دین حق اور الہدیٰ دے کر' تاکہ غالب کرے اسے تمام ادیان پر" قرآن نے جہاں آنحضور ﷺ کا مقصد بعثت اور مشن غلبہ دین کو قرار دیا وہیں مسلمانوں کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کو نجات کی شرط لازم قرار دیا ہے۔ یہ جہاد مال کے ساتھ بھی ہے اور اپنی جانوں کے ساتھ بھی۔ یہ جہاد باللسان بھی ہے' جہاد بالقلم بھی ہے' لیکن جہاد کی آخری منزل قتال فی سبیل اللہ ہے چنانچہ اسی سورۃ کے آغاز میں واضح فرما دیا کہ "یقیناً اللہ کو وہ لوگ محبوب ہیں جو اس کی راہ میں جنگ کرتے ہیں صفیں باندھ کر گویا کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں"۔ یہ امر بھی محکمات میں سے ہے کہ جہاد اور ایمان لازم وملزوم ہیں۔ سورۃ الحجرات میں فرمایا: "مومن تو وہ لوگ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس کے رسول پر' پھر ہرگز شک نہیں کرتے' اور جہاد کرتے ہیں اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ' صرف یہی لوگ سچے ہیں (دعویٰ ایمان میں)"۔ گویا اگر جہاد نہیں تو ایمان بھی نہیں' پھر نجات کیسے ہو جائے گی' کیونکہ جہنم سے چھٹکارا تو ایمان کے بغیر نہیں ہے۔ اسی ضمن میں ایک اور محکم یہ ہے کہ غلبہ و اقامت دین کا یہ کام انفرادی طور پر نہیں ہوسکتا ہے۔ اس کے لئے جماعت کا التزام لازم ہے' یہ حدیث کے محکمات ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "اے مسلمانوں میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دے کر جا رہا ہوں' اور اللہ نے مجھے ان باتوں کا حکم دیا

ہے، جماعت کے التزام کا، سمع وطاعت کا، جہاد فی سبیل اللہ کا اور ہجرت کا"۔ بہرکیف اس ضمن میں نوٹ کرلیں کہ یہ پختہ امور ہیں کہ کسی درجے میں ان کا دامن چھوٹنے نہ پائے۔ اگرچہ ہمیں افغانستان سے توقع ہوگئی تھی کہ یہاں قائم ہونے والی اسلامی حکومت ہی شاید کل روئے ارضی پر غلبہ اسلام کا سبب بنے گی لیکن سردست ایسا نہیں ہوا۔ یہ ہمارا ایک گمان تھا جبکہ فی الواقع اس کام کا آغاز کب اور کہاں سے ہوگا یہ صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔ وقتی طور پر ایک اسلامی حکومت کے خاتمے پر غم اور افسوس اپنی جگہ، لیکن اس اونچ نیچ کے باوجود ہمیں دعوت واقامت دین کے ضمن میں اپنا کام کرتے رہنا ہے۔ بقول فیض احمد فیض ؎

یہ فصل امیدوں کی ہمدم، اس بار بھی غارت جائے گی
سب محنت صبحوں شاموں کی اب کے بھی اکارت جائے گی
دھرتی کے کونے کھدروں میں، پھر اپنے لہو کی کھاد بھرو
پھر مٹی سینچو اشکوں سے، پھر اگلی رت کی فکر کرو
پھر اگلی کی رت کی فکر کرو، جب پھر اک بار اجڑنا ہے
اک فصل پکی تو بھر پایا، تب تک تو یہی کچھ کرنا ہے

ہمارا کام یہ ہے کہ ہم ہردم اپنے فرائض کی ادائیگی میں لگے رہیں۔ خواہ ایک بار پھر ناکامی ہوجائے کوئی پرواہ نہیں، لیکن کوشش جاری رہے۔ ہمیں اس کام کے لئے جدوجہد کو جاری رکھنا اور ثابت قدم رہنا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ ہمیں ہر دفعہ اپنی غلطیوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے تاکہ آئندہ ان کا اعادہ نہ ہو۔ طالبان سے بھی کچھ غلطیاں ہوئی ہیں۔ غلطیاں ہم سے بھی ہوئیں۔ ہمارا ظرف چھوٹا ہے جو خوشی سے فوراً لبریز ہوجاتا ہے اور غم سے فوراً چھلک بھی جاتا ہے۔ اس لئے ہم نے اس خوشی کے عالم میں کچھ چیزوں کو نظرانداز کیا ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ طالبان کی حکومت کا قیام تاریخ کا ایک بہت بڑا واقعہ ہے کہ جس نے دنیا کی واحد سپریم طاقت کو ہلا کر رکھ دیا۔ ع

مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

تازہ ترین خبر یہ ہے کہ قندھار کے شمال مغربی پہاڑی علاقوں میں اب بھی جنگ جاری رہے۔ دوسری طرف طالبان کے بعد افغانستان میں دوبارہ لوٹ مار کا دور شروع ہوگیا ہے اور نئی کٹھ پتلی افغان انتظامیہ کابل تک محدود ہوکر رہ گئی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ امریکہ اور برطانیہ پورے افغانستان پر کنٹرول کیسے حاصل کریں گے جبکہ قندھار کی شمالی پہاڑیوں پر طالبان جوش ایمانی کے ساتھ کفر کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں۔

حالاتِ حاضرہ

موجودہ حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاک بھارت جنگ ہوکر رہے گی، کیونکہ اس بار جتنے جنگی اقدامات ہوئے ہیں پاک وہند کی پوری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ بھارت نے جس طرح اپنی تمام فوج، میزائل اور ٹینک پاکستان کی سرحد پر لا کر کھڑے کئے ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جنگی جنون میں بری طرح مبتلا ہے اور حالات اس طرف اشارہ کررہے ہیں کہ اس بار وہ آزاد کشمیر پر ضرور حملہ آور ہوگا جبکہ باقی سرحد پر اس کی فوجی تیاری کا مقصد بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ پاکستان کسی اور طرف سے انڈیا پر حملہ نہ کر سکے۔ جہاں تک ڈیٹرنٹ کا سوال ہے اس کا استعمال اتنا آسان کام نہیں کیونکہ اگر ہمارے پاس ایٹم بم ہے تو بھارت ہم سے پہلے ایٹمی طاقت بن چکا تھا۔ اس صورت میں ایٹم بم کے استعمال کا مطلب برصغیر پاک وہند کی مکمل تباہی ہوگا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بھارت یہ سب کچھ امریکہ کی شہ پر کررہا ہے۔ تاہم بھارت اس جنگ سے صرف اسی صورت میں باز رہ سکتا ہے اگر پاکستان اس کی خواہش کے مطابق کشمیر سے دستبرداری کا اعلان کردے اور کشمیر میں برسرپیکار جہادی تنظیموں کو فی الفور کنٹرول کرکے دنیا کو واضح ثبوت فراہم کردے۔ اگرچہ ایسا کرنا پاکستان کے حق میں نہیں لیکن حالات ایسے نظر آتے ہیں کہ شاید ہماری حکومت یہ بھی کرگزرے۔ اگر ہم افغانستان کے معاملہ میں امریکہ کے سامنے ڈٹ گئے ہوتے کہ پہلے ثبوت اور دلیل فراہم کرو تو دنیا بھی ہمارے اس موقف کی حمایت کرتی اور آج صورت حال بالکل مختلف ہوتی لیکن ہم نے امریکہ سے افغانستان کے معاملے میں ثبوت نہ مانگ کر انڈیا کو خود پاکستان پر حملے کی دلیل فراہم کردی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ہمارا آخری وقت قریب ہو یا ماضی میں پیدا ہونے والے جنگ کے دوسرے مواقع کی طرح یہ جنگ بھی ٹل جائے اور اللہ ہمیں اصلاحِ احوال کے لئے مہلت فرمادے۔ اس صورت میں ہمیں اللہ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ ہمیں اس مہلت سے صحیح فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اسامہ کے دوسرے ویڈیو سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ۱۱ ستمبر کے واقعات میں اس کا ہاتھ ہے۔ میری دانست میں ۱۱ ستمبر کی کارروائی کے پیچھے دراصل موساد ہی کا ہاتھ ہے۔ البتہ موساد نے اس واقعہ میں امریکہ سے ناراض عرب نوجوانوں کو استعمال کیا تاکہ امریکہ کا رخ اسامہ اور افغانستان کی طرف موڑا جاسکے جس میں وہ کامیاب ہوئے ہیں۔ اسامہ کی گمشدگی بھی عالمی طاقتوں کے لئے ایک معمہ بنی ہوئی ہے تاہم بالفرض اگر اسامہ انتقال کرگئے ہیں تب بھی ایک بات محکم ہے کہ دنیا بھر کے کمزور انسانوں بالخصوص مظلوم ومجبور مسلمانوں کے لئے اسامہ کی شخصیت روشنی کا مینار بن گئی ہے اور وہ ان کے لئے ہیرو کا درجہ اختیار کرگئے ہیں۔ لہٰذا دنیا بھر کے مظلوم لوگوں میں اسامہ کے ابھارے ہوئے یہ جذبات پروان چڑھتے رہیں گے اور یوں اسامہ کی موت کے بعد بھی اس کے تسلسل کو ختم نہیں کیا جاسکے گا۔ ○○

(مرتب: فرقان دانش خراسانی)

مسلمانانِ عالم کی حالتِ زار کے حوالے سے

ایک منفرد عید کارڈ

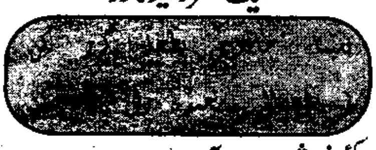

کئی خورشید میرے آستاں پر
ستاروں سے بھرے اک آسماں پر
طلوعِ قرطبہ سے غزنوی تک
اور غوری وابدالی وٹیپو تلک بھی
میں عشق وآگہی کی داستاں ہوں
میں عہدِ غزنوی کی کہکشاں ہوں
حرم کا پاسباں، افغانستاں ہوں
اور ارضِ ہند میں اک پاکستاں ہوں
میرے دشمن مجھے پہچانتے ہیں
طلوعِ قرطبہ سے جانتے ہیں
میں عہدِ ہجر کا بچھڑا مسافر
قندوزانِ وفا تک آگیا ہوں
مری گلیاں، مرے آنگن جلے ہیں
مرے اپنے، مرے دشمن ہوئے ہیں
میں دشتِ نینوا سے کاشمر تک
اور بوسنیا سے کابل وقندھار تک تنہا کھڑا ہوں
میرے بازو کٹے ہیں
اور میں ارضِ فلسطیں کا مسافر
دیارِ انبیاء میں سر کے بل اوندھا پڑا ہون
کہ عشق وآگہی میں سربریدہ
غریبِ شہر کی صورت کھڑا ہوا ہوں
میرے ٹیپو، میرے ابدالی وسلطان دیکھیں
میں اپنے صاحبانِ فیل سے روندا گیا ہوں
مرے چہرے پہ صدیوں کے سفر کی جستجو ہے
مرے ہاتھوں میں شامِ کربلا کی آبرو ہے

قندھار وقندوز اور سری نگر کے اہل وفا کی
یاد میں پُرنم آنکھوں کے ساتھ

عید مبارک

رب کریم آپ کا دامن بھی طیبہ نگر کے
پھولوں سے بھردے! آمین

زاہد حسن چغتائی
روزنامہ "نوائے وقت" راولپنڈی
عالمگیر روڈ، طارق آباد، راولپنڈی کینٹ

پاک بھارت جنگ کو اب کوئی معجزہ ہی ٹال سکتا ہے

امریکی حمایت بالآخر بھارت کے پلڑے ہی میں گرے گی

نصرت الٰہی کے حصول کے لئے ہمیں حقیقی مومن بننے کی شرط پوری کرنا ہوگی

چین علاقائی جھگڑوں میں ملوث ہوکر اپنی اقتصادی ترقی کو متاثر نہیں کرنا چاہتا

امارت اسلامی افغانستان کے خاتمہ کے بعد اسرائیل کو سب سے بڑا خطرہ پاکستان کی ایٹمی طاقت سے ہے

بھارت کو اپنے حالیہ اقدامات میں اسرائیل کا مکمل تعاون حاصل ہے

امن چاہتے ہو تو جنگ کے لئے تیار رہو!!

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

اسرائیل نے جو ڈرامہ ۱۱ر ستمبر کو نیویارک اور واشنگٹن میں سٹیج کیا تھا اس کا دوسرا فیز بغیر کسی وقفہ کے دہلی سے شروع ہو چکا ہے۔ ۱۳ر دسمبر کو نیودہلی میں لوک سبھا کے اجلاس کے دوران چھ مسلح افراد نے عمارت کے بیرونی حصہ پر فائرنگ شروع کر دی' جس سے سکیورٹی کے سات افراد ہلاک ہوگئے' حملہ آوروں میں سے پانچ افراد ہلاک ہوگئے جبکہ ایک شخص فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ حیرت کی بات ہے کہ زبردست سکیورٹی انتظامات کے ہوتے ہوئے مسلح افراد لوک سبھا کی عمارت کے قریب کیسے پہنچ گئے! توقع کے عین مطابق بھارت نے فوری طور پر الزام پاکستان پر دھر دیا' عین اسی طرح جس طرح ورلڈ ٹریڈ سینٹر سے طیاروں کے ٹکرانے کے دو گھنٹے بعد امریکہ نے اسامہ کو موردِ الزام ٹھہرا دیا تھا۔

۱۱ر ستمبر سے شروع ہونے والے واقعات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ افغانستان کی تباہی و بربادی اور امریکی قبضہ سے اسرائیل کا یہ مقصد تو پورا ہوگیا ہے کہ ایک اسلامی ریاست کا خاتمہ ہوگیا لیکن پاکستان کی ایٹمی صلاحیت جسے وہ اپنی سکیورٹی کے لئے خطرہ محسوس کرتا ہے بدستور برقرار ہے۔ اس وقت دہشت گردی کے خلاف جو فضا بنی ہوئی ہے اور امریکی قوت کی جو ہیبت طاری ہے وہ اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ راقم کی رائے میں اسرائیل مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے اور فلسطینیوں پر فیصلہ کن ضرب لگانے سے پہلے وہ تمام اقدامات کرنا چاہتا ہے جس سے اس کو اپنی سکیورٹی کے حوالہ سے دور دور تک کوئی خطرہ نہ رہے۔ اسرائیل کی سوچ یہ ہے کہ پاکستان میں مذہبی جماعتیں بہت مضبوط ہیں۔ کل کلاں اگر وہ حکومت پر قابض ہوگئیں تو وہ اپنے عرب بھائیوں کی مدد میں کچھ بھی کر

ابوالحسن

سکتی ہیں۔ اسرائیل کی یہ سوچ نئی نہیں ہے۔ ۱۹۶۷ء میں اسرائیلی وزیراعظم بن گوریان نے فرانس کے دورہ کے دوران علی الاعلان کہا تھا کہ ہمیں عربوں سے کوئی خطرہ نہیں اور وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' ہمیں اصل خطرہ پاکستان سے ہے۔ ۱۳ر دسمبر کا یہ ڈرامہ اسرائیل نے اس خطرہ سے حتمی طور پر نپٹنے کے لئے بھارت کے تعاون سے رچایا ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق اسرائیل نے بھارت کو پیشکش کی ہے کہ وہ جنگ کے جملہ اخراجات برداشت کرے گا۔ اپنے جنگی طیارے جنگ میں بھارت کے Disposal پر دے گا۔ بھارت پاکستان کا ازلی اور پیدائشی دشمن ہے اور کشمیر میں آزادی کی تحریک نے اس کی ناک میں دم کر رکھا ہے' چنانچہ اس انتہائی پُرفریب اور پُرکشش آفر نے بنیا کو پاگل کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکہ نے جب اپنی اسلام دشمنی کو دہشت گردی کے خلاف مہم کا نام دے کر طاقت کے زور پر ایک عالمی کولیشن بنا ڈالی اور افغانستان پر چڑھ دوڑا اس وقت بعض باحمیت لوگوں نے جن میں غالب اکثریت مذہبی عناصر کی تھی جنرل مشرف کی حکومت کو بار بار سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ اسامہ بن لادن محض بہانہ ہیں' اصل میں اسلام دشمن قوتیں خصوصاً امریکہ' بھارت اور اسرائیل افغانستان کی اسلامی حکومت اور پاکستان کی ایٹمی قوت کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔ وہ اسلامی نظام کو نظریاتی سطح پر اور ایٹمی قوت کو عسکری سطح پر اپنے لئے خطرہ سمجھتے ہیں لہٰذا جلد ہی پاکستان کی باری آئے گی۔ آج انہوں نے افغانستان پر چڑھائی کے لئے اسامہ کا عذر تراشا ہے تو کل کو کوئی اور عذر بنا کر پاکستان پر حملہ آور ہوں گے۔ لیکن پاکستانی حکمرانوں پر امریکیوں کی قوت کا اتنا خوف طاری ہو چکا تھا کہ یا تو انہیں کوئی بات سمجھ ہی نہیں آتی تھی یا پھر وہ اس مہلت کو غنیمت سمجھتے تھے جو عالمی کولیشن کا حصہ بن کر انہیں ملتی ہوئی نظر آتی تھی۔ اگرچہ یہ بات بالکل درست ہے کہ مذکورہ بالا نقطۂ نظر کے لوگ بھی یہ توقع نہیں کرتے تھے کہ پاکستان کی باری اتنی جلدی آ جائے گی اور پاکستان سے خصوصی دوستی کرنے کے باوجود حساب چکانے میں اس قدر جلد بازی کا مظاہرہ کیا جائے گا۔ البتہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ۱۳ر دسمبر کا ڈرامہ بھارت اور اسرائیل کا تیار کردہ ہے۔ یہ دونوں ممالک خصوصاً اسرائیل سمجھتا ہے کہ ایک مسلمان ایٹمی ملک کے خلاف کارروائی جب جنگ میں بدل جائے گی تو امریکہ کی قیادت میں کولیشن کے پاس ان کی یعنی بھارت اور اسرائیل کی مدد کے لئے میدان میں اترنے کے

سوا کوئی اور چوائس نہیں ہوگی۔ انہوں نے ایسی فضا تیار کر لی ہے کہ خواہی نخواہی امریکہ کو ان کی مدد کے لئے آگے بڑھنا پڑے گا۔

آیئے اب اس بحث میں حصہ لیں جو پاکستان اور بھارت کے کونے کونے میں اور عالمی سطح پر بھی جگہ جگہ ہو رہی ہے کہ آیا پاکستان اور بھارت کے مابین جنگ ہوگی یا نہیں۔ اگرچہ راقم بھی چند دن پہلے تک اس رائے کا حامل تھا کہ جنگ ٹل جائے گی لیکن اب یہ رائے تبدیل ہو چکی ہے اور کوئی معجزہ ہی جنگ ٹال سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بھارتی حکومت نے میڈیا کے ذریعے عوام کو جنگ کے لئے اتنا زیادہ ابھارا ہے کہ اب اس کے لئے ممکن نہیں رہا کہ پاکستان سے اپنے مطالبات تسلیم کرائے بغیر فوجوں کو سرحدوں سے واپس لائے۔ پہلے یہ مطالبات مبہم سے تھے۔ خیال تھا کہ کسی مذاکرات وغیرہ کو بنیاد بنا کر ان مطالبات کے بارے میں کہہ دیا جائے گا کہ پاکستان نے ہمارے مطالبے تسلیم کر لئے ہیں لہٰذا اب جنگ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ خصوصاً ان خبروں سے اس دلیل کو کچھ تقویت مل رہی تھی کہ پاکستان نے لشکر طیبہ اور جیش محمدؐ کے کچھ کارکن گرفتار کر لئے ہیں لیکن اب بھارت نے ۲۰ یا ۲۲ افراد کی باقاعدہ فہرست پاکستان کے حوالہ کر دی ہے اور ان کے وزیر قانون اور وزیر دفاع نے واشگاف الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ اگر پاکستان نے یہ افراد ہمارے حوالے نہ کئے تو بھارت جنگ کرے گا۔

دوسری طرف پاکستان کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ اپنے شہریوں کو بھارت کے حوالے کر دے اور پاکستان کی وزارت خارجہ کے ترجمان نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ ہم اپنے شہریوں کو بھارت کے حوالہ نہیں کریں گے۔ اب اگر بھارت کو اس کے بقول دہشت گرد پاکستان سے نہیں ملتے تو وہ اپنی عوام کو کیا بتا کر سرحدوں سے فوج واپس لے جائے گا جبکہ فروری کے آغاز پر ایسے صوبائی انتخابات منعقد ہونے والے ہیں کہ موجودہ حکومت کا استحکام اس کے نتائج پر منحصر ہے۔ پاکستان اگر اپنے شہریوں کو بھارت کے حوالہ کرتا ہے تو اسے آزادی اور خودمختاری کے خلاف سمجھا جائے گا۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ اب تک کی غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق بھارت نے مولانا مسعود اظہر کے علاوہ کسی جہادی لیڈر کا نام اس فہرست میں شامل نہیں کیا جو پاکستان کے حوالے کی گئی ہے۔ اس فہرست میں دو سکھ ہیں اور بعض ایسے افراد ہیں جن کا وہ کافی عرصہ سے مطالبہ کر رہا تھا۔ ظاہر ہے ان افراد کا ۱۳ دسمبر کے واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

پاکستان کی عوام کو چین سے بہت توقعات ہیں لیکن کچھ عرصہ سے خاص طور پر نوٹ کیا جا رہا ہے کہ چین پاکستان کی خارجہ پالیسی اور امریکہ کی طرف اس کے جھکاؤ کو پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھتا۔ علاوہ ازیں چین بڑے پرزور طریقے سے اس فارمولا پر عمل پیرا ہے کہ اقتصادی استحکام کے بغیر عسکری قوت کی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ سوویت یونین کے انجام سے یہ اخذ کرتا ہے کہ اقتصادی طور پر غیر مستحکم اقوام جب جنگوں میں الجھتی ہیں تو اپنی سالمیت بھی کھو بیٹھتی ہیں۔ لہٰذا وہ ہر قسم کے علاقائی جھگڑوں سے دامن بچاتے ہوئے اقتصادی ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ وہ اسی پالیسی پر عمل درآمد کرتے ہوئے بعض معاملات میں امریکی تعاون بھی قبول کر رہا تھا۔ وہ خواہ مخواہ امریکہ کو مشتعل کرنا نہیں چاہتا تھا، خصوصاً بیرون چین کسی مسئلے میں ٹانگ اڑا کر امریکہ کے ساتھ کشیدگی بڑھانے کے لئے بالکل تیار نظر نہیں آتا تھا۔ اسی وجہ سے اس نے افغانستان کے معاملے میں ملوث ہونا نہیں چاہا، اگرچہ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ خود طالبان کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا اور نظریاتی طور پر افغانستان کے مستحکم ہونے سے وہ اپنے صوبے سنکیانگ میں مسلمانوں کی تحریک کے حوالہ سے منفی اثرات مرتب ہوتے محسوس کرتا تھا۔ چین یہ سمجھتا ہے کہ امریکہ دانستہ طور پر اسے کسی جنگ میں ملوث کرنا چاہتا ہے تاکہ اس کی اقتصادی ترقی متاثر ہو۔ لہٰذا صدر مشرف کے چین سے واپسی پر یہ کہنے کے باوجود کہ پاکستان کو چین کا ہمہ جہتی تعاون حاصل ہوگا یہ محسوس ہوتا تھا کہ چین عملی طور پر پاکستان کی کوئی ایسی مدد نہیں کرے گا جس کا مطلب یہ ہو کہ وہ پاک بھارت جنگ میں کسی سطح پر بھی ملوث ہے۔ البتہ سارک کانفرنس میں شرکت کے لئے جاتے ہوئے صدر مشرف کا چین میں ایک رات گزارنا اور اس مقصد کے لئے ایک چینی طیارہ کا صدر پاکستان کو لینے کے لئے آنا ایک مثبت اشارہ ہے۔ اگرچہ دوسروں کی آگ میں کودنا ایک انتہائی مشکل کام ہے لیکن اس جنگ کے ٹلنے کے لئے جس معجزہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ اسی صورت میں رونما ہو سکتا ہے کہ چین پاکستان کی پشت پناہی کا واضح اظہار کر دے اور امریکہ پر واضح کر دے کہ اگر جنگ کے شعلوں نے پورے جنوبی ایشیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو اس کے مفادات بھی بری طرح متاثر ہوں گے، خصوصاً افغانستان میں جہاں ابھی تک صورتِ حال واضح نہیں ہو سکی، کوئی ہنگامہ آرائی شروع ہو سکتی ہے اور امریکہ کے تمام منصوبے کامیاب ہوتے ہوتے رہ جائیں گے۔ اس عمل کو ایک پاکستانی کی خواہش قرار دیا جا سکتا ہے اور اگرچہ اس کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں لیکن اسے صدفی صد رد بھی نہیں کیا جا سکتا۔ صدر مشرف کو ہنگامی طور پر چین بلانے کا مقصد یہ تو نہیں ہو سکتا کہ مغرب کی طرح اسے بھارتی مطالبات ماننے کو کہا جائے۔ اس لئے بھی کہ اگر بھارت، اسرائیل اور امریکہ کے راستے سے پاکستان مکمل طور پر ہٹ گیا تو اس سے علاقے میں بھارت کو جو بالادستی حاصل ہو جائے گی وہ چین کے لئے بھی خطرات کا باعث بن سکتی ہے۔

پاکستان کے لئے بہت بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ مغرب کے زبردست پروپیگنڈے اور ہمارے ہاں کی جہادی اور مذہبی تنظیموں کی کھوکھلی بڑھک بازی نے چین کو بھی بہت زیادہ متاثر کیا ہے اور اس نے اس کا منفی اثر قبول کیا ہے۔ ہم لال قلعہ پر جھنڈا لہرانے کی باتیں تو کرتے رہتے ہیں لیکن عملی طور پر نہ خود حقیقی مسلمان بن سکے اور نہ اسلامی معاشرہ وجود میں آ سکا اور نہ ہی پاکستان کے خالصتاً اسلامی ریاست بننے کے دور دور امکانات ہیں۔ ہم نے اس پُرفریب دنیا ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا اور "نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر" کے فلک شگاف نعرے لگا کر سمجھا کہ ہم نے اپنی دینی ذمہ داری پوری کر دی ہے، لہٰذا اب اللہ ہماری مدد کو آئے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ضرور اور یقیناً ہماری مدد کو آئے گا لیکن ہمیں حقیقی مومن بننے کی شرط پوری کرنی ہوگی۔ آخر میں ہم جنرل صاحب کے گوش گزار کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ امن بھیک مانگنے سے نہیں ملتا بلکہ یہ بات صدفی صد درست ہے کہ "امن چاہتے ہو تو جنگ کے لئے تیار رہو"۔

بقیہ: مکتوب شکاگو

ہے۔ علامہ اقبال نے تو ہمیں سمجھایا تھا کہ ؎

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے
تو احکامِ حق سے نہ کر بے وفائی

یعنی اگر ہم احکامِ حق سے بے وفائی نہ کریں تو ملک ہاتھوں سے جا ہی نہیں سکتا۔ پھر ایسا ہو جانے کا کوئی جواز ہی باقی نہیں رہ جاتا۔ ہو سکتا ہے کہ فی الوقت یہ جنگ ٹل جائے لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری سرحدوں پر بھارتی فوج اور سرحدوں کے اندر بھارتی ثقافت حالتِ جنگ پیدا کرنے، بدامنی پھیلانے اور فکری انتشار پیدا کرنے کی کارروائیوں میں ہمیشہ مشغول رہے گی اور ہمیں دشمن کی تمام چالوں اور ہتھکنڈوں سے بچنے کے لئے لازماً احکامِ حق سے وفادار رہنا پڑے گا...... ورنہ

ع ہماری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں!

اصرار
انور شعور

دہشت گردوں کے درپے
امریکہ اور انگلستان
بھارت کا ہے یہ اصرار
"سب سے پہلے پاکستان"

(بشکریہ: روزنامہ "جنگ" 27 دسمبر 2001ء)

امریکہ افغان جنگ: امت مسلمہ کے لئے سبق

"تمدن کی بالیدگی اور ترقی کے لئے ضروری ہے کہ تمام چیلنجوں کا بھرپور جواب دیا جائے کیونکہ جو تمدن چیلنج کا جواب نہ دے سکے وہ ختم ہو گئے"۔ (ٹائن بی)

جوزف ٹائن بی کا شمار ۲۰ ویں صدی کے چند عظیم فلاسفۂ تاریخ میں ہوتا ہے۔ بقول ڈاکٹر برہان احمد فاروقی 'ٹائن بی پہلا شخص تھا جس نے چیلنج کو ایک فلسفے کی حیثیت سے پیش کیا۔ جدید دنیائے مغرب نے اس فلسفے کو پوری طرح گلے لگا رکھا ہے۔

سوویت یونین کے انہدام و انتشار کے بعد جب امریکہ واحد سپر پاور کے طور پر ابھرا تو کئی بین الاقوامی تنظیموں اور اداروں کا وجود نئے منظر نامے میں غیر ضروری دکھائی دینے لگا۔ چنانچہ غیر جانبدار ممالک کی تحریک اور وارسا پیکٹ اس دور میں تحلیل ہو گئے۔ امریکہ اور یورپ کے عسکری اتحاد نیٹو (NATO) کا بھی شاید یہی انجام ہوتا مگر نیٹو کے اس دور کے سربراہ نے یہ کہہ کر اس میں نئی جان ڈال دی کہ "ابھی اسلام کا چیلنج موجود ہے چنانچہ نیٹو کی ضرورت برقرار رہے گی"۔ بعد ازاں ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ کے پروفیسر سیموئل ہنٹنگٹن (Huntingtan) نے اپنے مشہور زمانہ مضمون "تہذیبوں کا تصادم" (Clash of Civilizations) میں کنفوشس تہذیب (چین) اور اسلامی تہذیب کو مغربی تہذیب کے لئے دو بڑے خطرات (چیلنجز) قرار دیا تو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی توپوں کا رخ امت مسلمہ کی طرف ہو گیا۔ گزشتہ لگ بھگ دس سالوں کے دوران امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے اگرچہ چین پر بھی مختلف ایشوز کے حوالے سے تنقید کی ہے اور دباؤ ڈالتے رہے ہیں مگر ان کا اصل ہدف امت مسلمہ بالخصوص اس کے بنیاد پرست ہیں۔ اس کی وجہ غالباً تاریخی' تہذیبی اور مذہبی اختلافات ہیں۔ سب سے بڑھ کر صلیبی جنگوں کی یادیں ہیں جو ابھی تک عیسائی دنیا کے ذہن سے محو نہیں ہوئیں۔

گزشتہ صدی کی اسی کی دہائی جہادی تحریکوں کی نشو و نما کی دہائی کہلاتی ہے۔ ان جہادی تحریکوں کا مرکز حقیقتاً افغانستان تھا۔ جہاد افغانستان کے بعد تربیت یافتہ نوجوان جب اپنے اپنے ممالک میں واپس لوٹے تو انہوں نے وہاں مذہب بیزار جابر اور مغرب نواز حکمرانوں کے خلاف بھرپور جدوجہد کا آغاز کیا۔ اس سے پوری دنیا خاص طور پر عرب ممالک میں امریکی مفادات خطرے میں نظر آنے لگے۔ مسلم حکمرانوں نے اپنی گدیاں بچانے اور امریکی مفادات کے تحفظ کے لئے واحد سپر پاور کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ جہادی تحریکوں کے نوجوانوں نے بعض اوقات ایسے انداز اختیار کئے جو اسلامی اصولوں کے منافی تھے۔ مگر بحیثیت مجموعی ان تحریکوں نے امت مسلمہ میں بیداری کی ایک نئی لہر پیدا کی۔ نوے کی دہائی کے تقریباً وسط میں طالبان کی فتوحات اور امارت اسلامیہ افغانستان کے قیام نے اس جذبے کو نہ صرف دو آتشہ کر دیا بلکہ مذہبی طبقے کی کامیابی کے نئے افق وا کر دیئے۔ طالبان کی کامیابی نے امریکہ کے ہاتھ میں ایک ایسا ایشو تھما دیا جو مغربی اقوام کے لئے ٹائن بی کے چیلنج کا کام دے سکتا تھا۔ چنانچہ گزشتہ پانچ سالوں کے دوران مغربی ذرائع ابلاغ نے ہر طریقے سے طالبان پر تنقید کے پس پردہ مسلمانوں اور اسلام کو خوب بدنام کیا ہے اور پوری دنیا کو یہ

عارفین بشیر

باور کروانے میں کامیاب رہے کہ ان کی مثالی تہذیب کو سب سے بڑا خطرہ اسلامی بنیاد پرستوں اور افغانستان میں بیٹھے نام نہاد دہشت گردوں سے ہے۔ اس مذموم پروپیگنڈے کے پیچھے جہاں اسلام دشمنی کارفرما رہی ہے وہیں چین کا گھیراؤ (Containment of China) اور وسطی ایشیا میں تیل و گیس کے لامحدود ذخائر پر قبضہ جیسے عزائم کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ لندن کے معروف اخبار اکانومسٹ نے اپنی ۶ راگست ۱۹۹۴ء کی اشاعت کے اداریئے میں لکھا تھا کہ "اگر مغرب کے لئے تیل کے حصول کی ضمانت رہے تو اسلام اور مغرب کے تصادم کا خطرہ بھی ختم ہو سکتا ہے"۔ تجربہ یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی تصادم امریکہ اور یورپ کے معاشی اور سیاسی مفادات کی ضمانت فراہم کرتا ہو تو وہ اسے مول لینے میں دریغ نہیں کرتے۔ چنانچہ ۱۱ ستمبر کے حادثے کو اپنے گھناؤنے مفادات کے لئے بھرپور طریقے سے استعمال کیا گیا۔

امریکہ افغان جنگ بظاہر اختتامی مراحل میں داخل ہو چکی ہے اور عالم اسلام پر ایک مایوسی کی کیفیت طاری ہے۔ لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ غزوۂ بدر و دیگر غزوات کی طرح افغانستان میں مسلمانوں کے لئے اللہ کی مدد کیوں نہیں اتری! اس کا آسان جواب تو یہی ہے کہ اللہ کی مشیت میں ایسا ہی تھا۔ مزید یہ کہ ہمیں ان باتوں پر پریشان ہونے کی بجائے اس جنگ کے عواقب پر نگاہیں مرکوز کرنی چاہئیں۔ چنانچہ غور طلب بات یہ ہے کہ امت مسلمہ کے لئے اس جنگ میں کیا سبق مضمر ہے! اگر جنگ میں مدمقابل ہر دو حریفوں کی عسکری و سیاسی قوت کا موازنہ کیا جائے تو درج ذیل حقائق سامنے آتے ہیں:

۱) امریکہ جدید ترین اسلحے اور عسکری مہارت سے لیس تھا جبکہ طالبان کے پاس محدود روایتی اسلحے اور افغانستان میں لڑنے کی عسکری مہارت کے علاوہ کوئی جدید ٹیکنالوجی موجود نہ تھی۔

۲) امریکہ کو تمام دنیا بشمول پاکستان کی حمایت حاصل تھی جبکہ طالبان اس جنگ میں یک و تنہا تھے۔ انہیں اللہ کے علاوہ کہیں سے مدد کی امید نہیں تھی۔

۳) امریکہ اور اس کے اتحادی یک مشت ہو کر طالبان کے خلاف ڈٹے ہوئے تھے جبکہ طالبان کو اندرون افغانستان ایک طرف تو شمالی اتحاد اور دوسری طرف غیر طالبان قبائلیوں کا سامنا تھا جو امریکی ڈالروں کے سامنے سر جھکا چکے تھے۔

چنانچہ اس صورت حال میں اگر طالبان کو شکست ہوئی ہے تو کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ اس جنگ میں چند باتیں بالخصوص واضح ہو کر سامنے آئی ہیں:

۱) امت مسلمہ سیاسی' عسکری' سائنسی و تکنیکی میدانوں میں بہت پسماندہ ہیں۔

۲) امت مسلمہ میں اپنے اجتماعی مفادات کے تحفظ کے لئے اتحاد اور یگانگت کا شدید فقدان ہے۔

اس جنگ کے بڑے بڑے اسباق یہ ہیں:

۱) امت مسلمہ میں بحیثیت مجموعی جذبہ ایمان و اطاعت ابھارنے کی شدید ضرورت ہے۔

۲) بین الاقوامی سطح پر اپنے اجتماعی مفادات کے تحفظ کے لئے امت میں اتحاد و یگانگت ناگزیر ہے۔ چنانچہ او آئی سی (OIC) کو ایک متحرک اور طاقتور تنظیم بنائے بغیر عالمی مسائل میں امت مسلمہ کی آواز کو موثر نہیں بنایا جا سکتا۔

۳) امت مسلمہ کو سائنسی و تکنیکی میدان میں بھی مذہبی جوش و خروش کے ساتھ قدم بڑھانے کی ضرورت ہے۔

اسلامی دنیا نے اگر درج بالا امور پر عمل کے لئے ہنگامی بنیادوں پر منصوبہ بندی نہ کی تو حالات مزید دگرگوں ہوتے چلے جانے کا اندیشہ ہے۔

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے!

بھارتی جارحیت یا احکامِ حق سے بے وفائی کی سزا

بھارت نے پاکستان اور کشمیر پر آخری اور فیصلہ کن ضرب لگانے کے لئے ۱۳ دسمبر کو بھارتی پارلیمنٹ پر ''را'' کے ذریعے حملہ کرا کے سٹیج تیار کرلیا ہے۔ واجپائی حکومت نے اس حملے کو بہانہ بنا کر اپنے تمام ذرائع ابلاغ اور پراپیگنڈہ مشینری کے ذریعے پاکستان کے خلاف اس قدر زہر اگلا ہے کہ بھارت کو صبر و برداشت کا مشورہ دینے والی آوازیں دم توڑ گئی ہیں۔ بھارتی اشتعال انگیزی صاف صاف بتا رہی ہے کہ بھارت پاکستان پر ۱۹۷۱ء جیسی جنگ مسلط کر دینا چاہتا ہے۔ دفاعی امور کے عالمی مبصرین کے مطابق پاک بھارت افواج ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ایک بڑی جنگ کے لئے آمنے سامنے تیار کھڑی ہیں۔ گزشتہ چند روز سے امریکی میڈیا کے پاس پاک بھارت جنگ کے موضوع پر راگ الاپنے کے سوا اور کوئی کام نہیں رہ گیا ہے۔ ان خبروں اور دونوں ممالک کی

> **افغانستان کی اسلامی حکومت کے خاتمے کے بعد اسرائیل کو سب سے بڑا خطرہ پاکستان کی ایٹمی طاقت سے ہے**

سرحدوں پر جنگی اقدامات کی ویڈیوز نے ہر اس پاکستانی کو غمگین کر رکھا ہے جسے قیامِ پاکستان کے اغراض و مقاصد کا ادراک ہے۔ انہیں یہ احساس ہے کہ پاکستان چونکہ اللہ تعالٰی کے نام پر حاصل کیا گیا تھا لہٰذا اس سرزمینِ پاک پر دین کے اصولوں سے مفر کا نتیجہ بڑا بھیانک ہوسکتا ہے۔ جس سر زمین کی خاطر ہمارے بزرگوں نے لہو کی جھیلیں اور آگ کے دریا عبور کئے تھے' اس پر رشوت' سفارش' چوری' ڈاکہ' بے حیائی' دھوکہ دہی غرضیکہ وہ کون سی برائی ہے جو چشمِ فلک کو ہم نے کر کے نہیں دکھائی ہے۔

بھارتی ثقافت کو جو عروج وطنِ عزیز میں حاصل ہوا' اس کے لئے سونیا گاندھی کہہ ہی چکی ہے کہ ہم نے ثقافتی سطح پر جنگ جیت لی ہے۔ نئی دہلی سے واہگہ تک جب بس سروس شروع ہوئی تھی تو بھارتی فنکاروں کے ''فین'' پھولے نہیں سمارہے تھے اور ہندو مسلم بھائی بھائی فیڈریشن یو ایس اے کا قیام ایک پاکستانی تاجر کے ہاتھوں عمل میں لایا گیا تھا جس کا کام صرف بھارتی شوز کرانا تھا اور ہندو کی تمام مکاریوں پر پاکستان دوستی کا جھوٹا لیبل لگانا تھا۔ دسمبر ۱۹۸۶ء میں کراچی میں بشریٰ زیدی کی حادثاتی موت کے بعد پھوٹ پڑنے والے ہنگامے کی آگ آج تک سرد نہیں ہو پائی ہے۔ ان ہنگاموں کے پیچھے ''را'' کے خفیہ ہاتھ سے تمام دنیا واقف ہے۔ ۱۹۹۰ء میں ہم پاکستان گئے تھے تو اس وقت کراچی میں آئے دن ہڑتالوں اور کرفیو کا سلسلہ جاری تھا۔ ''را'' کو دل کھول کر بددعائیں دی جاتی تھیں لیکن کرفیو کے اوقات میں انڈین فلمیں دیکھی جاتیں اور یہ کام کراچی کے ان علاقوں میں بھی جاری تھا جہاں کے مکینوں کا کہنا تھا کہ کوئی دن ایسا نہیں جاتا جب کوئی جنازہ نہ اٹھتا ہو اور فضا میں انسانی گوشت اور خون کی بو محسوس نہ ہوتی ہو۔ غالباً اب یہ بات ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ہماری دعائیں عرش کے پار کیوں نہیں جاتیں اور معجزے آج رونما کیوں نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ ہم فیض تو چاہتے ہیں' فیض کے اسباب نہیں بناتے۔ ایٹم بم تو اب بنا ہے لیکن ہندو ثقافت کے بم پچپن

رعنا ہاشم خان

برس سے ہمارے سروں پر پھٹ رہے ہیں۔ کشمیر پر ہندو کی کھلی جارحیت پر تیز و تند قسم کے تبصروں اور کفِ افسوس ملنے والے گلی کے نکڑ پر موجود ویڈیو شاپ سے انڈین مووی کا کیسٹ لا کر اپنے غم و غصے کا علاج فرماتے ہیں۔ زمانہ قبلِ مسیح میں یونان کی دو ریاستیں ''ایتھنز'' اور ''اسپارٹا'' آپس میں سیاسی اور فوجی رسہ کشی کا شکار رہتی تھیں۔ اسپارٹا کی ریاست چھوٹی تھی مگر جرأت اور حوصلے بلند تھے اس لئے ایتھنز کو ناکامی سے دوچار رہنا پڑتا تھا۔ پھر ایتھنز کو ان بلند حوصلوں اور جرأتوں پر ضرب لگانے کے لئے وہی ترکیب سوجھی جس پر بھارت قیامِ پاکستان کے فوراً بعد ہی سے عمل پیرا ہے' یعنی اس نے اپنی ریاست کی حسین ترین لڑکیوں کو میوزک اور ڈانس سکھا کر اسپارٹا کے عوام کا بظاہر دل بہلانے کو اور درحقیقت ان کی تمام صلاحیتوں اور قوتوں کو زنگ لگانے کے لئے سرحد پار بھیج دیا۔ آج چونکہ ٹیلی ویژن اور دیگر ذرائع موجود ہیں اس لئے بھارت کو اپنی اداکارائیں پاکستان بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج بھی ایتھنز کے مضافات میں اسپارٹا کے عوام کی قبریں بطورِ عبرت موجود ہیں۔ بھارتی ثقافت کے مافیا نے ہمیں بے روح اور بے حس کر ڈالا ہے۔ اس وقت بھی جبکہ ہمارا ازلی دشمن ہتھیار اٹھائے تیار کھڑا ہے' امریکی تھیٹرز میں چلنے والی بھارتی موویز میں پاکستانیوں کی تعداد بھارتی شائقین سے زیادہ ہے۔ اس تمام کمائی سے جو ان موویز کے ذریعے ہو رہی ہے' بھارتی حکومت اپنی فوج کو کشمیر لہولہان کرنے کے سامان فراہم کر رہی ہے۔

ہندو معاشرت سے متاثر ہو کر اسے اپنے گھروں کی راہ دکھانے والے نہیں جانتے کہ ہندوؤں کے صحیفے دھرم شاستر میں یہ قول نہ صرف درج ہے بلکہ ہندو اس پر پوری طرح عمل پیرا بھی ہیں کہ دشمن پر ہتھیاروں سے لپکی فتح نہیں پائی جاسکتی جیسی حیلہ سازی سے۔ ہندو بڑی فراخ دلی کے ساتھ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ساڑھے تین ہزار سال کے دوران ہندوؤں میں صرف ایک فلاسفر پیدا ہوا ہے: ''کوٹلیا چانکیہ''۔ چانکیہ نے اپنا نام کوٹلیا خود ہی رکھا تھا جس کا مطلب ہے مکار! اس مکار ہندو فلاسفر نے اصولِ سیاست کے آٹھ بیش بہا اصول سنسکرت میں اپنی شاہکار تصنیف ''ارتھ شاستر'' کے ذریعے اپنی قوم کو دان کئے تھے۔ اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہ آٹھ اصول یہ ہیں:

۱) ملک گیری کی ہوس کبھی ٹھنڈی نہ ہونے پائے۔
۲) ہمسایہ ملکوں کو ہمیشہ دشمن سمجھا جائے۔
۳) غیر ہمسایہ ملکوں سے دوستانہ تعلقات قائم کئے جائیں۔

> **ہمارا دشمن نہ صرف ہتھیاروں سے لیس ہے بلکہ حیلہ سازی اور مکاری میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا**

۴) دوستی میں ہمیشہ اپنی غرض پیشِ نظر رہے۔
۵) بہانے ڈھونڈ ڈھونڈ کر جنگ کی چنگاریاں سلگائی جاتی رہیں۔
۶) ہمسایہ ملک میں اپنے آدمی داخل کر کے ہر طرح کی تخریبی کارروائیاں اور فکری انتشار پیدا کرنے کی مہم مسلسل اور متواتر جاری رکھی جائے۔
۷) دوسرے ملکوں کے غداروں کو ہر قیمت پر خریدنے کی کوشش کی جائے۔
۸) یاد رکھئے کہ امن کی زندگی آپ کے لئے موت ہے۔ ساری دنیا مل کر آپ کو عدم تشدد پر مجبور کرے تب بھی امن کا خیال دل میں نہ لائیں۔

ہمارے لئے مقامِ عبرت ہے کہ ہندو قوم تو چانکیہ کے اصولوں کو حرزِ جاں بنائے ہوئے ہے اور ہم جنہیں علامہ اقبال جیسا مفکر ملا' پھر بھی درخشاں ہماری قسمت کا ستارہ نہ ہوا۔ اس کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ ہم صرف سیاسی طور پر آزاد ہیں' فکری اعتبار سے ابھی ہمیں آزاد ہونا

(باقی صفحہ ۸ پر)

امت مسلمہ کی حالت زار اور کرنے کا اصل کام

—— چوہدری رحمت اللہ بٹر ——

مسلمانوں میں نماز پڑھنے کے مختلف طریقے ہیں۔ ایک شخص سینے پر ہاتھ باندھتا ہے' دوسرا ناف پر باندھتا ہے۔ ایک شخص امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتا ہے' دوسرا نہیں پڑھتا۔ ایک شخص آمین زور سے کہتا ہے' دوسرا آہستہ کہتا ہے۔ ان میں سے ہر شخص جس طریقے سے چل رہا ہے' یہی سمجھ کر چل رہا ہے کہ یہ نبیﷺ کا طریقہ ہے۔ اس لئے نماز کی صورتیں مختلف ہونے کے باوجود دونوں حضورﷺ ہی کے پیرو ہیں۔ مگر جن ظالموں نے شریعت کے ان مسائل کو دین سمجھ رکھا ہے انہوں نے محض ان طریقوں کے اختلاف کو دین کا اختلاف سمجھ لیا۔ اپنی جماعتیں الگ کر لیں' اپنی مسجدیں الگ کر لیں۔ ایک نے دوسرے کو گالیاں دیں' مسجدوں سے مار مار کر نکال دیا' مقدمے بازیاں کیں' پارٹی بندیاں کیں اور رسولﷺ کی امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

اس سے بھی لڑنے اور لڑانے والوں کے دل ٹھنڈے نہ ہوئے تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک نے دوسرے کو کافر اور فاسق اور گمراہ کہنا شروع کر دیا۔ ایک شخص قرآن سے یا حدیث سے ایک بات اپنی سمجھ کے مطابقت نکالتا ہے تو وہ اس کو کافی نہیں سمجھتا کہ جو کچھ اس نے سمجھا ہے اس پر عمل کرے' بلکہ یہ بھی ضروری سمجھتا ہے کہ دوسروں سے بھی اپنی سمجھ زبردستی تسلیم کرائے' اور اگر وہ اسے تسلیم نہ کریں تو ان کو خدا کے دین سے خارج کر دے۔

آپ مسلمانوں میں حنفی' شافعی' اہل حدیث وغیرہ جو مختلف مذہب دیکھ رہے ہیں' یہ سب قرآن و حدیث کو آخری سند مانتے ہیں اور اپنی اپنی سمجھ کے مطابق وہیں سے احکام نکالتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایک کی سمجھ صحیح اور دوسرے کی سمجھ غلط...... لیکن کسی شخص کی سمجھ کا غلط ہونا اور بات ہے جبکہ اس کا دین سے خارج ہونا دوسری بات۔ اپنی اپنی سمجھ کے مطابق شریعت پر عمل کرنے کا ہر مسلمان کو حق ہے۔ اگر دس مسلمان دس مختلف طریقوں پر عمل کریں' تو جب تک وہ شریعت کو مانتے ہیں وہ سب مسلمان ہی ہیں اور ایک ہی امت ہیں' ان کی جماعتیں الگ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ مگر جو لوگ اس چیز کو نہیں سمجھتے وہ انہی چھوٹی چھوٹی باتوں پر فرقے بناتے ہیں' ایک دوسرے سے کٹ جاتے ہیں' اپنی نمازیں اور مسجدیں الگ کر لیتے ہیں' ایک دوسرے سے میل جول اور ربط و ضبط بند کر دیتے ہیں اور اپنے اپنے ہم مذہبوں کے جتھے اس طرح بنا لیتے ہیں کہ گویا ہر جتھہ ایک الگ امت ہے۔

ادھر کفر کا یہ حال ہے کہ باوجود علیحدہ علیحدہ ملت اور مذہب کے' اسلام کے خلاف متحد ہیں اور اسے مٹانے کے درپے جبکہ ادھر ہر روز صرف انفرادی عبادات و عقائد کی بنیاد پر ایک دوسرے کو قتل کرنے کے فتوے۔ دین اسلام تمام مسلمانوں کو کیا' غیر مسلم یہود و نصاریٰ کو بھی ان کے انفرادی معاملات یعنی عقائد و رسومات میں آزادی دیتا ہے لیکن ان معاملات میں ہم اپنے مسلم بھائیوں کے اختلافات کو بھی برداشت نہیں کرتے جبکہ جو دین اسلام کا اجتماعی نظام یعنی نظام معاشرت' معیشت اور سیاست ہے جہاں اسلام کسی دوسرے نظام کو قبول نہیں کرتا وہ طاغوت کے حوالے کیا ہوا ہے۔

باطل کے اقتدار میں تقویٰ کی آرزو
کتنا حسین فریب ہے جو کھائے ہوئے ہیں ہم

اس وقت بھی اگر ہم اس حقیقت کو نہ سمجھے اور باہم مل کر اسلام کے غلبہ کے لئے میدان میں نہ نکلے تو جان لیجئے اس وقت کی حکومت صریحاً سیکولرازم کو ہی نظام زندگی سمجھتی ہے اور دین اسلام کو صرف مذہب کی حد تک برداشت کرنے کو تیار ہے۔ یہ اس دائرے میں بھی اپنا کنٹرول قائم کرنے کی کوشش اپنی پہلی فرصت میں کرے گی اور مساجد اور مدارس کو حکومتی کنٹرول میں لے کر آپ کی طاقت کو کچل کر رکھ دے گی۔ پھر نہ تو آپ کو پرائیویٹ زکوٰۃ اور خیرات مل سکے گی اور نہ ہی آپ کی آواز عوام تک پہنچ پائے گی۔ ڈر ہے خدانخواستہ پاکستان یا تو مصر اور ترکی کی طرح کی مملکت بن جائے گا یا پھر سعودی عرب والی حیثیت ہوگی اور آپ لوگوں کی زبانوں پر تالے لگا دیئے جائیں گے۔

اب بھی وقت ہے ایک ہونے کا اور دین کے غلبے کے لئے اجتماعی جدوجہد کرنے کا' لیکن اس کے لئے اپنی اپنی سرداریوں کو چھوڑ کر کسی ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت جہاد کرنا ہوگی اور یہ امارت ایک وقت معین تک کے لئے ہو سکتی ہے۔ پھر کسی اور کو امیر بنا لیا جائے اور تمام معاملات ایک نظم کے تحت ہوں جس میں ہر چیز معین ہو۔ باہم مشاورت سے یہ نظام چلایا جائے اور نظام مصطفیٰ کو اس دیس میں نافذ کرنے کی کوشش کی جائے ورنہ تمہاری داستاں بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔

تخریب حسین کر دیتی ہے تعمیر کے نقش ناقص کو
بت خانے کی قسمت کیا کہئے اجڑے تو حرم ہو جاتا ہے

خوشگوار زندگی کا تصور

احمد سعید راشد' انجینئرنگ یونیورسٹی

خوش گوار زندگی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عظیم نعمت ہے۔ انسانی زندگی کے دو مرحلے ہیں: ایک دنیوی اور دوسرا اخروی۔ آخرت کا دار و مدار دنیا کی زندگی پر ہے۔ اگر دنیا کی زندگی خوش گوار ہے تو انسان کو اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہونے میں آسانی ہوگی۔

حیات دنیوی کے اعتبار سے جو پہلو خوش گوار ہو سکتے ہیں ان میں سب سے اہم اور پیچیدہ انسانی نفسیات ہے۔ نفسیاتی پیچیدگیوں سے نجات کا واحد ذریعہ قرآن حکیم ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے ذریعے یقین اور قوت ارادی پیدا کر کے انسان عملی زندگی میں کوئی بھی کام کرنے کی استعداد اور صلاحیت حاصل کر لیتا ہے۔ انسان اگر شکوک و شبہات کا شکار ہو تو آگے بڑھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگلا مرحلہ کام کے نتائج کا ہوتا ہے۔ اگر نتائج امید کے مطابق نکل آئیں تو قوت ارادی میں اضافہ ہوتا ہے۔ تاہم اگر نتائج توقع کے مطابق نہ بھی ہوں تب بھی ڈپریشن اور پریشانی سے بچنا چاہئے اور خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے عمل پیہم کی راہ پر گامزن رہنا چاہئے اور یہ سمجھنا چاہئے کہ اسی میں کوئی خیر ہوگا۔ البتہ اپنی غلطیوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے تاکہ ان کا اعادہ نہ ہو۔ معاشرتی زندگی میں معتدل رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ کسی بھی معاملے میں تشدد سے بچنا چاہئے۔ دوسروں کو ہمیشہ اچھا انسان سمجھیں اور ان کے ساتھ محبت کا مظاہرہ کریں لیکن جہاں حق بات ہو وہ ضرور کہیں۔ لوگ وقتی طور پر حق کو پسند نہیں کرتے لیکن ایک وقت آتا ہے کہ انہیں حق کا ممنون ہونا پڑتا ہے۔ انسان کو زندگی کا اصل مقصد سامنے رکھنا چاہئے اور وہ ہے آخرت کی زندگی۔ اگر ایسا ہو تو انسان بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے بھی تیار رہتا ہے اور زندگی مطمئن صورت اختیار کر جاتی ہے۔

انسان کی سوچ درست ہونی چاہئے کیونکہ سوچ الفاظ کا روپ دھارتی ہے' الفاظ عمل کا جامہ پہنتے ہیں اور اعمال زندگی کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اگر انسان دنیا کی زندگی میں فرائض پورے کرتا رہے اور نفس مطمئنہ کی کیفیت بھی نصیب ہو تو آخرت کی کامیابی مقدر ہے۔

اقبال نے اس تمام فلسفے کو ایک شعر میں پرو دیا ہے۔

یقین محکم' عمل پیہم' محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

اعلان

المیزان بینک کی انتظامیہ اور اس کے ایڈوائزری بورڈ کے معزز اراکین سے ہونے والی خط و کتابت جو ''ندائے خلافت'' کے گزشتہ شمارے میں شائع کی گئی تھی' کے حوالے سے تنظیم اسلامی کے رفیق اور انوسٹمنٹ کارپوریشن آف پاکستان کے سینئر وائس پریذیڈنٹ جناب عبداللطیف عقیلی کی رائے بھی موصول ہوئی ہے جو ان شاء اللہ العزیز آئندہ شمارے میں نذر قارئین کر دی جائے گی۔

(مدیر)

دیہی تعلیمی ادارے اور ان کے نتائج

محمد یونس جنجوعہ

ہر سال دیہاتی سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ زیر عتاب آتے ہیں کہ ان کے نتائج اچھے نہیں۔ پھر انہیں سزا کے طور پر دور دراز کے علاقوں میں تبدیل کرنے کے علاوہ بدنام اور رسوا بھی کیا جاتا ہے۔ افسوس کہ یہ فیصلہ کرتے وقت صورت حال کا صحیح اور ہمہ پہلو جائزہ نہیں لیا جاتا۔ اگر انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں تو دیہات میں واقع تعلیمی اداروں میں کام کرنے والے اساتذہ اس رسوائی کے ذمہ دار نہیں ٹھہرتے کیونکہ کئی عوامل ایسے ہیں جو برے نتائج کا باعث بنتے ہیں اور ان عوامل کو غیر موثر بنانا

دیہاتوں میں ضروری سہولتوں کا فقدان
اساتذہ کی کارکردگی کو متاثر کرتا ہے

اساتذہ کے اختیار سے باہر ہوتا ہے۔ آیئے یہاں صورت حال کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیں!

۱۔ دیہاتی اداروں کو جو طالب علم ملتے ہیں وہ پس ماندہ ماحول سے تعلق رکھتے ہیں۔ اکثر و بیشتر ان خاندانوں کے چشم و چراغ ہوتے ہیں جو خود علم کی دولت سے محروم ہوتے ہیں۔ ان طلبہ کو تعلیم و تدریس کی بہتر سہولتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جبکہ صورت حال یہ ہے کہ ان طالب علموں کو شہری طالب علموں کی طرح سکول اور کالج کے علاوہ اکیڈمیاں میسر نہیں جہاں وہ اپنی تعلیمی کمزوریوں کو دور کر سکیں۔ اس طرح ان کی پڑھائی میں کمی رہ جاتی ہے جو امتحان میں ان کی ناکامی کا سبب بنتی ہے۔

۲۔ دیہاتی سکولوں اور کالجوں کو اپنے علاقے کے بچوں کو بہر صورت داخلہ دینا ہوتا ہے خواہ ان کی تعلیمی حالت کیسی ہی ہو کیونکہ وہاں داخلہ ٹیسٹ کا کوئی تصور ہی نہیں بلکہ یہ ناممکن ہے۔ اس طرح انتہائی کمزور تعلیمی حالت والے بچے بھی داخل کرنا پڑتے ہیں جو سکول یا کالج کی اگلی کلاسوں میں نہیں چل سکتے۔ اس طرح بورڈ اور یونیورسٹی کے امتحانات میں ناکام رہ کر ادارے کے نتیجہ کو خراب کرتے ہیں۔

۳۔ دیہاتی تعلیمی اداروں کو شاذ و نادر ہی کوئی ذہین اور باصلاحیت طالب علم ملتا ہے کیونکہ جو اچھے طالب علم ہوتے ہیں ان کے والدین ان کی صلاحیتوں کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے شہری علاقوں کے اچھی شہرت والے اداروں میں داخل کروا دیتے ہیں۔ اس طرح دیہاتی اداروں کو خود دیہات میں مقیم خاندانوں کے اچھے بچے بھی نہیں ملتے۔ یہ بات ان کے نتائج کی پستی کا باعث بنتی ہے کیونکہ کمزور بچوں کو لے کر اچھے نتائج دکھانا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔

۴۔ شہری علاقے کے تعلیمی ادارے چھان پھٹک کر صرف اچھے طالب علموں کو داخلہ دیتے ہیں۔ اس طرح شہری علاقوں میں رہائش پذیر خاندانوں کے کمزور تعلیمی حالت والے بچے جب شہری تعلیمی اداروں میں داخلہ سے محروم رہتے ہیں تو وہ دیہات کا رخ کرتے ہیں' جہاں ان کو بلا حیل و حجت داخلہ مل جاتا ہے۔ اس طرح ان تعلیمی اداروں کو نہ صرف دیہات کے کمزور بچے ملتے ہیں بلکہ شہری کمزور بچے بھی ان کے کھاتہ میں پڑ کر نتیجے کی خرابی کا باعث بنتے ہیں۔

۵۔ دیہاتی علاقوں میں واقع تعلیمی اداروں میں اساتذہ کی اکثریت دور دراز کے علاقوں سے تعلق رکھتی ہے۔ بیشتر اساتذہ کو ہر روز میلوں سفر کر کے اپنے ادارے میں پہنچنا ہوتا ہے کیونکہ دیہاتوں میں کرائے پر مکان نہیں ملتے۔ دیہات کے غریب لوگوں کے پاس اپنے رہنے کو کافی مکان نہیں ہوتے پھر وہ کرائے کی خاطر مکان کیسے بنائیں گے۔ سفر کی کوفت اور وقت کے ضیاع ان کی قوت کار کو متاثر کرتا ہے لہٰذا وہ ہمہ وقت اس کوشش میں رہتے ہیں کہ کسی طرح اپنا تبادلہ کسی شہری ادارے میں کروا لیں۔ لہٰذا اساتذہ کے تبادلے ہوتے رہتے ہیں جس کے نتیجہ میں درس و تدریس کا کام بری طرح متاثر ہوتا ہے اور ادارے کے نتیجے کی خرابی کا باعث بنتا ہے۔

شہری تعلیمی ادارے چھان پھٹک کر صرف
اچھے طلباء کو داخلہ دیتے ہیں

۶۔ دیہاتی تعلیمی اداروں سے تبدیل ہو کر جانے والے اساتذہ کی جگہ کئی کئی ماہ خالی رہتی ہے۔ اس طرح طلبہ کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے۔ جب انہیں ایک مضمون کئی ماہ تک پڑھایا ہی نہ جائے گا تو اس مضمون میں وہ لازماً ناکام رہیں گے اور ادارے کے نتیجے کی خرابی کا باعث بنیں گے۔

۷۔ دیہاتی علاقوں میں شہری سہولتیں میسر نہیں ہوتیں۔ جب کسی استاد کو شہری علاقے سے دیہاتی علاقے میں تبدیل کیا جاتا ہے تو شہری سہولتوں کے فقدان کے علاوہ اسے مالی طور پر بھی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دیہات میں آ کر نہ صرف وہ شہری الاؤنس سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ فارغ اوقات میں وہ جو ٹیوشن پڑھا لیا کرتا تھا وہ فائدہ بھی اب اسے نہیں ملتا' کیونکہ دیہات میں کمزور مالی حالت کے لوگ اپنے بچوں کی پرائیویٹ ٹیوشن کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔ ان پریشانیوں سے متاثر استاد کے لئے کیسے ممکن ہے کہ وہ دل جمعی کے ساتھ فرائض منصبی ادا کر سکے۔ لامحالہ یہ بات ادارے کے نتیجہ پر اثر انداز ہو گی۔

۸۔ دیہاتی تعلیمی اداروں میں سائنس کے سامان اور دوسرے تدریسی معاونات کی کمی ہوتی ہے کیونکہ فنڈز کی تقسیم کے وقت شہری علاقے کے تعلیمی اداروں کو فراخ

کمزور تعلیمی حالت والے طلباء کو نسبتاً بلند
سطح پر لے آنا ایک بڑی خوبی ہے

دلانہ رقمیں دی جاتی ہیں جبکہ دیہاتی اداروں کو نظرانداز کرتے ہوئے معمولی رقموں پر ٹرخا دیا جاتا ہے۔ اس امتیازی سلوک کے ہوتے ہوئے دیہاتی ادارے اچھے نتائج کیسے دکھا سکتے ہیں! ان حالات میں دیہاتی تعلیمی اداروں سے اچھے نتائج کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل اقدام صورت حال کی اصلاح میں مفید ثابت ہو سکتے ہیں:

(الف) دیہاتی علاقوں کے تعلیمی اداروں کو تدریسی لوازمات یعنی سائنس کا سامان اور دیگر تدریسی معاونات ضرورت کے مطابق فراہم کیے جائیں۔ اسی طرح دوسری تمام سہولیات جو تدریس کے عمل کو زیادہ موثر بناتی ہیں' بلا امتیاز بہم پہنچائی جائیں۔ فنڈز کی تقسیم کے وقت نظر انداز کیے جانے والے اداروں سے بہتر کارکردگی کی توقع سراسر بے جا ہے۔

(ب) دیہاتی علاقے میں کام کرنے والے اساتذہ چونکہ شہری سہولتوں سے محروم ہوتے ہیں اس لئے کوئی استاد شہر چھوڑ کر دیہات میں کام کرنے کو تیار نہیں۔ چنانچہ ضرورت ہے کہ دیہاتی علاقے کی ملازمت کو پرکشش بنایا جائے۔ ایک معقول رقم دیہاتی الاؤنس کے طور پر مقرر کی جائے تاکہ شہری سہولتوں کی عدم دستیابی کے بدلے مالی فائدہ حاصل ہو اور وہ دل جمعی کے ساتھ دیہاتی اداروں میں کام کریں۔

(ج) اس وقت شہری علاقے کے اساتذہ کو تنخواہ کے علاوہ کچھ الاؤنسز بھی ملتے ہیں جو دیہاتی علاقے میں کام کرنے والوں کو نہیں ملتے۔ اس فرق و تفاوت کو بھی ختم کیا جائے بلکہ

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

تنظیم اسلامی ذیلی حلقہ سرگودھا کی ماہ نومبر ۲۰۰۱ء کی رپورٹ

دورۂ ترجمۂ قرآن

i) دوران ماہِ صیام حسبِ سابق مسجد جامع القرآن میں نماز تراویح کے دوران دورہ ترجمۂ قرآن باقاعدگی سے ہوتا رہا۔ ترجمہ کی ذمہ داری جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن نے انجام دی۔ اس پروگرام میں اوسطاً ۱۱۵ افراد نے شرکت کی۔

ii) اس سلسلے کا دوسرا پروگرام مسجد خیابانِ صادق' سرگودھا میں ہوا۔ بعد نماز تراویح جناب محمد اسلم نے ترجمہ اور مختصر تشریح پیش کی۔ یہ پروگرام ایک گھنٹے کے دورانیے پر محیط تھا جس میں اوسطاً دس افراد شرکت کرتے رہے۔

دعوتی پروگرام

i) ماہانہ دعوتی پروگرام کے تحت ۴ نومبر کو قصبہ سلانوالی کے ہائی سکول کی مسجد میں جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن نے خطاب کیا' جس میں پانچ رفقاء اور بیس دوسرے افراد نے شرکت کی۔

ii) ۴ نومبر ہی کو دفتر تنظیم اسلامی جوہر آباد میں جناب ملک خدا بخش نے دعوتی خطاب کیا' جس میں پندرہ افراد نے شرکت کی۔

iii) ۱۱ نومبر کو جناح کالونی' سرگودھا میں جناب محمد غضنفر کے مکان پر جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن نے ۲۵ افراد سے دعوتی خطاب کیا۔

iv) ۲۹ نومبر کو مسجد علی مرتضیٰ میں دفاعِ پاکستان و افغانستان کونسل کے فورم پر جناب ملک خدا بخش نے ساٹھ افراد کو دعوتی خطاب کیا۔

v) ۳۰ نومبر کو مسجد نور' کوٹ فرید' سرگودھا میں دفاعِ پاکستان و افغانستان کونسل کے فورم پر جناب عبدالسمیع نے تقریباً ساٹھ افراد کو ''فرائض دینی کے جامع تصور'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

متفرقات

i) ۶ نومبر کو حلقہ کے امیر کی نمائندگی کرتے ہوئے جناب ملک خدا بخش میانوالی گئے اور دفاعِ پاکستان و افغانستان کونسل کو مقامی سطح پر قائم اور منظم کیا۔

ii) دوران ماہ امیر محترم کی طرف سے جاری کردہ دو پریس ریلیز اور مقامی سطح پر تیار کردہ دو ہینڈ بل ایک ایک ہزار کی تعداد میں چھپوا کر تعلیم یافتہ اور معروف افراد میں تقسیم کیے گئے۔

iii) امیر محترم کا چورقہ کتابچہ بعنوان ''نوید خلافت'' ایک ہزار کی تعداد میں چھپوا کر معاشرہ کے خواص میں تقسیم کیا گیا۔

(مرتب: اللہ یار)

اسرہ قرآن کالج' لاہور کا ماہانہ اجلاس

اسرہ قرآن کالج کا ماہانہ اجلاس ۲۷ دسمبر کو کالج کے کامن روم میں منعقد ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد اسرہ قرآن کالج کے نائب نقیب جناب پروفیسر حافظ علاؤ الدین نے ''سورۃ الفجر'' کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی چند اہم نشانیوں کا ذکر کیا۔ انہوں نے بتایا کہ اس کائنات کا نظام یونہی نہیں چل رہا بلکہ اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی ہستی کارفرما ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو تنگ دستی اور خوشحالی میں رکھ کر اس کی آزمائش کرتا ہے۔ خوشحالی کی آزمائش' تنگدستی کی آزمائش سے کئی گنا سخت ہے۔ اس میں تھوڑی بہت بھی رعایت کی گنجائش نہیں ہوتی۔ طاقت' دولت' شہرت' عزت کا حامل ہوتے ہوئے بھی ان کا صحیح استعمال نہ کرنے پر سخت گرفت ہو گی جبکہ تنگدستی میں اتنی ذمہ داریاں عائد نہیں ہوتیں۔ ہمیں پہلے ہی سے آخرت کی زندگی کا سامان تیار رکھنا چاہئے تاکہ بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔ آج کی نیکی کل کے سرمایہ کے مترادف ہے۔ انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ جہنم کی آگ سے دور رہے اور جنت اس کا مقدر بنے' لیکن اس کے لئے محنت درکار ہے۔ جتنی محنت کریں گے' اس کا پھل ملے گا۔ انہوں نے رفقاء کو ہدایت کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ جہاں کہیں بھی رہتے ہو' دعوتِ دین کا کام کرتے رہا کرو اور اپنے دوست و احباب کو زیادہ سے زیادہ دعوت دو تاکہ وہ بھی تنظیم میں شامل ہو کر تمہارے دست و بازو بن جائیں۔ تنظیم اسلامی کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے دین کو غالب کرنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک رفیق تنظیم کا رویہ دوسروں سے واضح طور پر مختلف ہونا چاہئے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ تنظیم اسلامی کے رکن کی تربیت ایک جاں نثار سپاہی کی طرح کی گئی ہے۔ آخر میں جناب پروفیسر حافظ علاؤ الدین نے دعا کرائی۔ یوں نماز مغرب سے پہلے یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ: کرم داد خان بلوچ)

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد (شمالی) کی ماہ نومبر کی رپورٹ

۳ نومبر ۲۰۰۱ء کو جماعت اسلامی ضلع نوشہرہ کے زیر اہتمام شہر کے وسط میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں پیر آف مانکی شریف اور دوسرے ضلعی و صوبائی قائدین کے علاوہ امیر جماعت اسلامی جناب قاضی حسین احمد نے بھی خطاب کیا۔ اسی خطاب کے بعد قاضی صاحب کو نظر بند کر دیا گیا تھا۔

۹ نومبر کو ہڑتال کے موقع پر دفاعِ افغانستان و پاکستان کونسل کے ضلعی قائدین نے بازار میں ساتھیوں کے ہمراہ گشت کا فیصلہ کیا۔ دورانِ گشت مقامی پولیس نے کارکنوں پر لاٹھی چارج کیا اور تمام ضلعی قائدین کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد دن گیارہ بجے مرکزی جامع مسجد سے ایک بھرپور جلوس نکالا گیا جس میں حکومت کی افغان پالیسی پر کڑی نکتہ چینی کی گئی۔ نماز جمعہ کے بعد ایک بہت بڑا جلوس جامع مسجد سے برآمد ہوا تو پولیس کی ایک بھاری نفری نے جلوس کو مقررہ مقام تک جانے سے روک دیا۔ دھرنے' تقاریر اور ناکام مذاکرات کے بعد جلوس گروپوں میں تقسیم ہو کر مقررہ مقام کی طرف بڑھنے لگا جس سے انتظامیہ کی قوت بھی تقسیم ہو گئی اور جلوس کے شرکاء مقام مقررہ یعنی جی ٹی روڈ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ تاہم اس دوران نوشہرہ کی تاریخ میں پہلی دفعہ پولیس کی طرف سے لاٹھی چارج اور مظاہرین کی جانب سے پتھراؤ ہوا لیکن کوئی بڑا حادثہ پیش نہیں آیا۔ ضلعی قائدین جن میں تنظیم اسلامی حلقہ سرحد (شمالی) کے امیر جناب اظہر بختیار خلجی بھی شامل تھے' رات حوالات میں گزارنے کے بعد عدالت میں پیش ہوئے جہاں سے ضمانت پر رہا ہوئے۔ رہائی کے بعد دفاع کونسل کے قائدین نے ایک پُرہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔

۱۲ نومبر کو دفاع کونسل کا اجلاس تنظیم اسلامی کے دفتر میں ہوا جس میں تفصیلی مشاورت کی گئی اور آئندہ کا پروگرام مرتب کیا گیا۔ ۱۶ نومبر کو دفاع کونسل کا ایک مشترکہ احتجاجی جلسہ مین چوک جہانگیرہ میں ہوا جس کا انتظام جماعت اسلامی نے کیا تھا۔ ۱۹ نومبر کو دفاع کونسل کا ایک جلسہ جامع مسجد نظام پور میں ہوا' جس سے مقامی علماء اور تنظیم اسلامی کے جناب اظہر بختیار خلجی نے خطاب کیا۔ ۲۰ نومبر کو دفاع کونسل کا ایک جلسہ کلگجرا (خویشگی) میں ہوا جس میں دفاع کونسل کے ضلعی قائدین نے خطاب کیا۔

بقیہ : ''اداریہ''

و شریعت سے بے وفائی کے نتیجے میں سرزمین افغانستان کو کتنے عرصے کے لئے شریعت اسلامی اور اس کی برکات سے محروم کیا گیا ہے' یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

اس سارے قضیے میں' پاکستان کو اس کے گھناؤنے اور منافقانہ کردار پر کب اور کتنی سزا ملنی ہے' اس کا حتمی تعین تو مشکل ہے' تاہم اللہ کے عذاب کے سائے پاکستان کے افق پر گہرے ہوتے چلے جا رہے ہیں..... بہرکیف حکومت اور افغان پالیسی میں اس کے حمایتیوں کے انبوہ سے قطع نظر' لاتعداد باغیرت پاکستانی مسلمان جس والہانہ انداز میں طالبان کی حمایت اور امریکہ کی مذمت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور جس بڑے پیمانے پر مسلمانانِ پاکستان نے طالبان کی اخلاقی تائید اور مالی امداد و تعاون میں حصہ لیا وہ اپنی جگہ قابل تحسین ہے۔ کیا عجب کہ دین و شریعت کے ساتھ وفاداری کا یہ عملی مظاہرہ مسلمانانِ پاکستان کے مجموعی گناہوں اور جرائم کا کفارہ بن جائے! اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو' لیکن آثار و قرائن کچھ اور بتاتے ہیں۔

تقدیر تو مبرم نظر آتی ہے و لیکن
پیرانِ کلیسا کی دعا ہے کہ یہ ٹل جائے!

they sow do not germinate and grow at one time and the "terror" against repression do not unfold all at once. So, the war on symptoms would never end. It would go on and on for generations, if it may, until the policies of both direct and remote control colonialism are not changed and the wrongs not redressed.

Arrogant as usual, Bush challenged the world from his Texas ranch on 28th December. He said: "The world must know that those who harm the US would not go unpunished." It is not the US alone that is harmed. The wholesale terror unleashed to further a nebulous concept called the "national interest" is not the answer to those, who also feel harmed. The American public particularly need to realize that if they multiply by 800 - 1000 times the amount of pain, angst, and anger they felt after September 11, they might begin to understand how much of the Muslim world feels as it continuously suffer from occupations, sanctions and the US sponsored repressive regimes.

Many American, Israeli and now Indian people are calling for "revenge" or "vengeance" and comments such as "kill them all" have been circulated on BBC and CNN. There is no attempt to define either terrorism or set the limits to what a few more potentially benign comments call as "justice." If indeed it is Al-Qaida, Hamas, or people from Lashkar-e- Taiyaba, the world must not deal with them through the language of war on other countries and killing thousands of innocent civilians, but eliminate the conditions that create the injustices and war crimes that will inevitably lead to more of these types of attacks in the future.

The phrase "No Justice, No Peace" is more than a slogan used in a march; it is an observable historical fact. It is time to end the policies of horror followed by the US and its partners-in-terror. After raining down almost twice the amount of death and destruction the American witnessed on September 11, they must now be able to think in rational terms that what after all could possibly drive so many people to such a fever pitch of rage and anger to kill themselves for making a point. In order to eradicate "terrorism," the questions they raise deserve answers. Genuine concerns of the Muslim masses need as much attention as those of their sell-out leaders.

Stability and protection of the oil fields in the Middle East and safeguarding other interests around the world are legitimate US concerns and the main pillars of its foreign policy, but these aims can be achieved without being selfish and without hypocritical stands for human rights and democracy. Even to a layman in the streets of the Muslims world, the US hypocrisy is apparent: human rights, but not for the Muslims oppressed by the US sponsored regimes; democracy, but not where the US doesn't want it. The world won't be stable, the oil fields won't be secure, and America won't be free of the fear of terrorism unless the Americans identify with the aspirations of the Muslims to live under the governments of their own liking without any outside interference and domination.

The US needs to understand that even the worst kind of the much dreaded Islamic state would never be as much a threat to its interests, as is its current war on the symptoms of its misdirected policy. The exaggerated fear that radical "Islamist" parties will gain popular favor, win elections, and establish anti-US theocratic states is baseless. If that risk exists today, imagine how much higher it will be tomorrow when the puppet regimes collapse and if the present trends of war on Pakistan's stability, war on religious and cultural roots in Afghanistan, war on Palestinians and Kashmiris aspirations for self-determination, war on religious institutions and war on anything related to "fundamentalist" Islam continue to remain the main objectives of US foreign policy.

بقیہ: تعلیم و تعلم

دیہاتی اساتذہ کو خصوصی الاؤنس دیئے جائیں تاکہ ان اداروں میں ملازمت پُرکشش ہو اور اساتذہ دیہاتی اداروں میں آنے سے پریشان نہ ہوں بلکہ خوش دلی کے ساتھ آئیں اور اطمینان سے کام کریں کیونکہ ع ''مزدور خوش دل کند کار بیش''۔

(د) دیہات کے تعلیمی اداروں کے نتائج اور شہری سکولوں اور کالجوں کے نتائج کو ایک پیمانے سے نہ ناپا جائے۔ جس شہری ادارے نے فرسٹ ڈویژن لینے والے ایک سو طالب علموں کو داخلہ دیا اور وہ سو کے سو کامیاب ہو گئے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ اس کے مقابلہ میں بڑی بات یہ ہے کہ دیہاتی علاقے کے تعلیمی ادارے میں تھرڈ ڈویژن لینے والے سو طالب علموں کو داخل کیا گیا اور ان میں سے دس بارہ طالب علموں نے سیکنڈ ڈویژن لے لی۔ گویا طالب علموں کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا گیا۔ یوں شہری اور دیہاتی تعلیمی اداروں کے نتائج کا تقابل کرتے وقت ان کے طالب علموں کی داخلے کے وقت حیثیت کو بھی پیش نظر رکھا جائے تاکہ معلوم ہو کہ کس ادارے نے طالب علموں کو بہتر تدریس فراہم کی ہے۔ اچھے طالب علموں کی اچھائی کو برقرار رکھنا خوبی ہے تو کمزور تعلیمی حالت والے بچوں کی کمزوری دور کر کے ان کو نسبتاً بلند سطح پر لے آنا اس سے بڑی خوبی ہے۔ پس اس بات کا خیال رکھتے ہوئے شہری اداروں سے یہ توقع بے جا نہ ہوگی کہ وہ بورڈ اور یونیورسٹی کے نتائج سے پندرہ بیس فیصد بہتر نتائج دکھائیں جبکہ دیہاتی ادارے بورڈ اور یونیورسٹی کے نتیجہ سے اسی قدر فیصد کم نتیجہ بھی دکھائیں تو وہ قابل قبول اور لائق تحسین سمجھا جائے۔

(ہ) اساتذہ کے کام کی نگرانی کا نظام ٹھوس بنیادوں پر قائم کیا جائے۔ دوران سال ان کی کارکردگی کا جائزہ لیا جاتا رہے تاکہ اساتذہ ہر وقت ہوشیار رہیں اور فرائض منصبی کی ادائیگی میں پوری جدوجہد کریں۔ اچھے نتائج دکھانے والے اساتذہ اور اداروں کی حوصلہ افزائی کی جائے جبکہ نکمی کارکردگی پر شہری اور دیہاتی اداروں کے اساتذہ سے بلا امتیاز بازپرس کی جائے۔ دیہاتی تعلیمی اداروں کو مسائل میں گھرا چھوڑ کر ان سے اچھے نتائج کی تمنا کیسے پوری ہو سکتی ہے!

شاہدرہ لاہور میں دورۂ ترجمہ قرآن

آمنہ شادی ہال (ونڈالہ روڈ) شاہدرہ میں تیسری مرتبہ نماز تراویح اور دورۂ ترجمہ قرآن کا مبارک پروگرام کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اس پروگرام کے انعقاد میں حسبِ سابق ہر طرح کا تعاون ہال کے مالک جناب ملک سعد اللہ عارف کی جانب سے ہمیں حاصل رہا۔ نماز تراویح میں امامت کے فرائض فیروز والا کے معروف قاری حافظ محمد الیاس نے انتہائی ذوق و شوق اور خوبصورت انداز قرأت سے ادا کئے جبکہ ترجمہ و تفسیر کی سعادت راقم نے حاصل کی۔

(مرتب: نعیم اختر عدنان)

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan2@psh.paknet.com.pk)

Stop The Wars on Symptoms.

Northern Alliance, former Afghan Mujahideen, Pakistan's military leadership and other American surrogates in the Muslim world couldn't foresee the consequences of their joining the US war on the symptoms of its ill-conceived foreign policy. Irrespective of the calls from the Muslim world that this is a war on Islam, it is becoming evident to almost everyone that the US has set an extremely dangerous precedent of playing the prosecutor, the judge and executor at the same time. Now that India and Israel are out to replay Washington's role of going to all out war on the symptoms of their deeds, and the US is indiscriminately targeting Northern Alliance, former Mujahideen, the Taliban and Al-Qaida without any distinction, we hear some reservations to the US war on terrorism. Expression of concerns even at this stage is worthwhile because it's not too late to force necessary course correction and start addressing the root causes of terrorism.

A nation cannot plan or follow a policy but it judges itself. With its will, or against its will, a nation draws its portrait to the eye of its people and other nations by every word and deed. Every policy and every principle reacts on the nation who supports it. The recent US policy, in particular, has become a harpoon for countries like Pakistan hurled at the whale of "terrorism,". unwinding, as it flies, a coil of cord in the boat, and if the harpoon is not good, or not well intentioned, it will go nigh to cut the steersman in two, or to sink the boat.

Out of the unyielding pressure from Washington, Pakistani leadership helplessly bloodied its hands with the innocent Muslim blood. Northern alliance and former Mujahideen commanders went one step further and handed over Afghanistan to the US. These collaborators didn't realise that he that watereth shall be watered himself. It is not a strange coincidence to hear from New Delhi that Pakistan will not be provided with any evidence. Thou shalt be paid exactly for what thou hast done, no more, no less. It must not be something new when we hear from Paris that the evidence against Pakistan is conclusive. We do not deserve to say, as Srtaj Aziz said on PTV News (December 28), that the US has set a dangerous precedent in Afghanistan, because Pakistan has played a central role in setting that precedent. The Afghan leadership, too, has now no right to call for a halt to the US bombing missions.

The problem is that before declaring vindication of the Muslim leadership's illegitimate role in the US war on the symptoms of terrorism, the Muslim leaders couldn't contemplate the next US move and repercussions of the principles sacrificed for a few million dollars and a short lease on life. Now the precedent is set and all the perpetrators are well on their reap the whirlwind in the next stage of the US misnomered war on terrorism.

The issue of neutralising Pakistan's nuclear capability; consummating Israeli occupation; eliminating all the former jihad-related elements in Afghanistan, irrespective of their being members of Northern, Eastern, or Southern alliance; and neutralising Islam are the top agenda items for phase-two in the US war for eliminating symptoms of its policies. The argument is that the US won't change its policy; it would rather make the environment conducive for its implementation.

Pakistan's recent efforts to pacify India, its promises to strive for peace, its plea for investigations by FBI, its remonstrations to the US and UN and its taking pains to convince India for a negotiated settlement remind us of the Taliban's position in the not too distant past. On the other hand, the UK officials and media is playing the same role in igniting the conflict as it played in raising emotions till October 7, 2001. In an interview to John Humphries on December 28, Jack Straw didn't utter a single word about the state sponsored terrorism that the Indian government has been committing in Kashmir over the past 53 years.

Just like Bush and Blair's insistence in September 2001, Jack Straw claims the attack on the Indian parliament was "an attack on democracy." Similarly, the BBC has left out some very important information from its online introduction to the history of Kashmir by Fergus Nicoll. At the end of each news report, the BBC correspondents love to give one or two comments for igniting the situation, like: "and the anger among the Indian public is growing," "they want to do away with this menace once and for all" and "they feel that the war is inevitable." On the other hand, there is no news about the US warplanes attacking positions in Yemen without any attempt at legalising the international terror campaign. Reports on the US bombing of Afghan leadership convoys or villages, like Tazai, near spin Boldak, are few and short. The US is standing behind the Israeli demand that the Palestinians should first fully submit to the Israeli occupation before anyone is ready to listen to them.

However, the question is: Would the US, India and Israel succeed in the lately developed techniques for eradicating symptoms of their policies and leaving the main issues intact? The main symptom of domination, occupation and repression is resistance shown by the victims. This resistance when turns violent, becomes "terrorism." So, eradicating the symptom means eradicating the feelings of being repressed and exploited among the victims. In short, it is eradicating the victims, who harbour anti-aggressor feelings, one by one as we see in Afghanistan and in Palestine and in Kashmir. Would the US and its partners in terror be able to eradicate all their victims? Yes, they can, but they would not be able to do so, because the seeds of hatred

نامے میرے نام

ندائے خلافت نہ ملے تو طبیعت بے چین ہو جاتی ہے

محترم جناب حافظ عاکف سعید
مدیر ''ندائے خلافت''
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' مزاج گرامی!

کئی دفعہ خیال آیا کہ آپ کو ''ندائے خلافت'' کے اتنے اونچے معیار پر اور اسے قارئین کا ایک پسندیدہ اور امت مسلمہ کا ترجمان رسالہ بنانے پر اپنے اور بہت سارے دوسرے لوگوں کی رائے کی ترجمانی خط کے ذریعے کروں لیکن کیا کروں بچپن سے ہی کاہل ہوں۔ بلا مبالغہ جن لوگوں کو میرے ذریعے ''ندائے خلافت'' جاتا ہے' وہ فرماتے ہیں کہ اگر ترسیل میں کچھ دیر ہو جائے تو انتظار اور بے چینی کی سی کیفیت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جب پہنچتا ہے تو سب کام چھوڑ کر اس کو پڑھنے لگ جاتے ہیں۔

میں ''ندا'' (بعد میں ''ندائے خلافت'') کی اشاعت کے پہلے پرچے سے اس کا قاری ہوں۔ مرحوم اقتدار احمد صاحب نے اس کی اشاعت اور معیار کا خوب حق ادا کیا اور آج جو اس کی شکل اور معیار ہے' وہ اپنی مثال آپ ہے۔

کس کس آرٹیکل کی بات کروں! سرورق اور اداریہ نہ صرف جرأت مندانہ ہیں بلکہ عقل اور حکمت کے پروئے ہوئے خوبصورت موتیوں کی طرح ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدظلہ کے خطاب جمعہ کی تلخیص جس کو اب قدرے تفصیل میں تبدیل کر دیا گیا ہے' حالات حاضرہ کو قرآن' سنت' تاریخ اور نفسیات انسانی کے تناظر میں دیکھنے اور سمجھنے کا ایک عمدہ موقع فراہم کرتی ہے۔ جناب ابوالحسن اور محترمہ رعنا ہاشم خان کے تجزیاتی مضامین بہت معلوماتی' اوریجنل اور جرأت مندانہ ہوتے ہیں۔

خواتین کی طرف سے بہت عمدہ مضامین اور اشعار پڑھنے کو ملتے ہیں۔ لہٰذا آپ اپنی ٹیم سمیت میرے اور بالائی سندھ والوں کی طرف سے مبارکباد قبول فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور توفیق دیتا رہے کہ آپ بلا خوف و خطر اس پرچہ کی اشاعت کا حق ادا کرتے رہیں۔ آمین!

والسلام خیر اندیش
غلام محمد سومرو' سکھر
(ریٹائرڈ) چیف انجینئر' پاکستان ریلوے

تنقید کے بجائے ایجابی انداز موثر ہو سکتا ہے

مدیر ''ندائے خلافت''
السلام علیکم

پاکستان کا سیکولر میڈیا بہت طاقتور نظر آتا ہے۔ لکھنے والے خوب منجھے ہوئے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ اگرچہ ''ندائے خلافت'' کے انگریزی کالم نگار عابد اللہ جان صاحب سیکولر صحافیوں سے کچھ کم صلاحیت رکھنے والے نہیں ہیں لیکن مجھے ان کی تحریر میں تنقیدی عنصر غالب نظر آتا ہے جبکہ ضرورت ایجابی انداز کی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ اگر وہ توجہ فرمائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی اسلامی تحریک کو شاید زیادہ طاقت بہم پہنچے۔ (سید عبدالقادر' امریکہ)

دعائے مغفرت

تنظیم اسلامی لاہور (شرقی) کے رفیق اور قرآن اکیڈمی ہاسٹل کے وارڈن جناب محمد اقبال کے والد محترم عبدالرشید گزشتہ دنوں قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے۔ رفقاء و احباب سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک وحاسبہ حسابا یسیرا

گوشۂ خواتین — **مظہر علی ادیب**

تعلیم عورتوں کی ضروری تو ہے مگر......

چند دن پیشتر وفاقی وزیر تعلیم نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ دیہات اور چھوٹے شہروں کے ۷۴ فیصد لوگ اپنی بچیوں کو تعلیم نہیں دلواتے۔ وفاقی وزیر تعلیم کی بات تو صحیح ہے لیکن ہمیں یہ بات معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ ایسا کیوں ہے! اسلام نے تو مرد اور عورت دونوں کے لئے تعلیم کا حصول ضروری قرار دیا ہے۔ تو پھر بعض والدین اپنی بچیوں کو کسی سکول یا کالج میں بھیجتے وقت کیوں ہچکچاتے ہیں؟ بات بہت سیدھی سی ہے۔ جب والدین ہماری درسگاہوں کا ماحول' یہاں کا نصاب اور آخر کار ان کے نتائج دیکھتے ہیں تو وہ گھریلو تعلیم کو سکولوں اور کالجوں کی تعلیم پر ترجیح دیتے ہیں۔ یقیناً ہم لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک جیسی تعلیم دے رہے ہیں۔ ان کا ایک ہی نصاب ہے اور ایک ہی طرز امتحان ہے۔ ہم نے مکمل طور پر مغربی طرز تعلیم کو اپنا رکھا ہے۔ لڑکیوں کو بھی لڑکوں کی طرح گھر سے باہر کی زندگی کے لئے تیار کر رہے ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے قدرتی وظائف یا ان کے فطری فرائض جدا جدا ہیں۔ لیکن ہم اس قدرتی فرق کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتے۔ تعلیم کا مقصد مردوں کو بہتر مرد اور عورتوں کو بہتر عورت بنانا ہونا چاہئے' عورتوں کو مردانہ صفات سے لیس کرنا نہیں ہونا چاہئے۔ علاوہ ازیں ہماری درسگاہیں مذہب سے لاتعلق ہو چکی ہیں۔ موجودہ تعلیم ہماری بچیوں کو اسلام سے دور سے دور تر کرتی جا رہی ہے۔ موجودہ نصاب اور طرز تعلیم و تدریس حیا کش اور مخرب الاخلاق ہے۔ اردو اور انگریزی ادب کی کتابوں کا حصہ نثر ہو یا نظم' عشق و محبت کی داستانوں سے بھرا پڑا ہے۔ نظمیں خاص طور پر ایسی کہ ایک باپ اپنی بیٹی کو نہ پڑھا سکے۔ ڈرامے بیٹیوں کے دلوں سے والدین کا احترام ختم کر رہے ہیں اور مادر پدر آزادئ نسواں کا درس دے رہے ہیں۔ جب ہمارے دیہاتی بھائی پڑھی لکھی لڑکیوں کو ہوٹلوں میں استقبالیہ خاتون' جہازوں میں ایئر ہوسٹس' مردانہ دفتروں میں کلرک' ٹیلی فون آپریٹر' ریلوے میں انکوائری کلرک اور کھیل تماشوں میں غیر مردوں کی معشوقائیں یا محبوبائیں بنتے دیکھتے ہیں تو وہ بچیوں کے لئے ایسی تعلیم سے توبہ کر لیتے ہیں۔ اگر حکومت واقعی چاہتی ہے کہ ملک میں شرح خواندگی بڑھے اور خاص طور پر لڑکیاں زیادہ سے زیادہ تعداد میں تعلیم حاصل کریں تو پرائمری جماعتوں ہی سے مخلوط تعلیم ختم کی جائے۔ پورا تعلیمی نصاب اور نظام تعلیم کو دین اسلام کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔ اس تعلیم کے ذریعے بچیوں میں شرم و حیاء اور عفت و عصمت کا احساس اجاگر کیا جائے۔ ان کے دلوں میں نسائیت اور نسوانیت کی عظمت کا شعور پیدا کیا جائے۔ زنانہ درسگاہوں میں مردوں کا داخلہ بند کیا جائے۔ تمام تقریبات میں خواتین ہی مدعو ہوں اور وہی بچیوں میں انعامات وغیرہ تقسیم کریں۔ مڈل سکول کی سطح سے طالبات کی یونیفارم میں لمبا کوٹ' چادر یا برقع متعارف کرایا جائے۔ سکارف (دوپٹے سے سر ڈھانپنا) لازمی ہو۔ ہمارے تین چار بڑے شہروں کا آزاد کلچر پورے ملک کا کلچر نہیں ہے۔ دیہات اور قصبوں کے ۷۴ فیصد لوگ اس کلچر کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور اس سے سخت نالاں ہیں لہٰذا اس بڑی آبادی کو تعلیم کی طرف راغب کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انہی کے صحیح اور اصل کلچر کو مدنظر رکھتے ہوئے تعلیمی نظام کو مرتب کیا جائے۔